شیخ الاسلام علامہ ابن رجب حنبلی علیہ الرحمہ (م ۷۹۵ھ) کی کتاب "لطائف المعارف"

ترجمہ بنام اسلامی مہینوں کی عبادات کا تیسرا باب

فیضانِ ربیع الاول

میلادِ مصطفٰے

نبوت قبلِ بعثت

بشارتِ عیسیٰ

وصالِ ظاہری کا بیان

پیشکش:
مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

اسلامی مہینوں کی معلومات، معمولات اور عبادات پر مشتمل کتاب

لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف

ترجمہ بنام

اسلامی مہینوں کی عبادات

کا تیسرا باب

فیضان ربیع الاول

مؤلف

حضرت علامہ حافظ ابو الفرج زَین الدین عبد الرحمٰن بن رجب حنبلی (وفات ۷۹۵ھ)

پیش کش: **مجلس المدینۃ العِلمیہ**

(شعبہ تراجم کتب)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

ماہِ ربیع الاوّل شریف کے معمولات

پہلی نشست: ولادتِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دعائے ابراہیم و بشارتِ عیسیٰ:

حضرت سیِّدُنا عِرباض بن ساریہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک میں اللہ تعالیٰ کے حضور لوحِ محفوظ میں خاتم النبیین لکھا تھا جبکہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اپنے خمیر میں تھے، اب میں تمہیں اس بات کا مطلب بتاتا ہوں کہ میں اپنے والد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی دُعا ہوں اور بشارتِ عیسیٰ ہوں جو انہوں نے اپنی قوم کو دی اور میں اپنی والدہ ماجدہ کا خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا کہ اُن سے ایک نور ظاہر ہوا جس سے اُن کے لئے شام کے محلات چمک اٹھے اور حضرات انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی مائیں یونہی دیکھا کرتی ہیں۔[1]

اس حدیثِ پاک کا مطلب یہ ہے کہ حضور خاتَم النبیین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوّت آپ کی دنیا میں جلوہ گری سے پہلے ہی مشہور تھی، حضرت سیّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مبارک جسم میں روح پھونکے جانے سے پہلے ہی لوحِ محفوظ میں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت لکھی ہوئی تھی۔

درج ذیل ارشادِ باری تعالیٰ:

یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ ۚۖ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ (پ۱۳، الرعد: ۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے۔

میں مذکور الفاظ ''اُمُّ الْکِتاب'' کی تفسیر لوحِ محفوظ اور ذِکر سے کی گئی ہے۔

لوحِ محفوظ میں سب لکھا ہوا ہے:

حضرت سیِّدُنا عبدُاللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ''اُمُّ الْکِتاب'' کے بارے میں پوچھا، انہوں نے عرض کی: اللہ پاک جانتا ہے کہ وہ کسے پیدا فرمائے گا اور مخلوق

---

[1] ...مسند احمد، مسند الشامیین، ۶/ ۸۷، حدیث: ۱۷۱۶۳

کیا کام کرے گی، چنانچہ اللہ پاک نے اپنے علم سے فرمایا: کتاب ہو جا! وہ کتاب ہو گئی، بے شک بالیقین اللہ پاک کا علم قدیم اور ازلی ہے، وہ ازل یعنی ہمیشہ سے جانتا ہے کہ وہ کیا کیا پیدا فرمائے گا، پھر اللہ پاک نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پہلے ہی یہ سب اپنی کتاب میں لکھ دیا جیسا کہ خود ارشاد فرماتا ہے:

مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَاؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌۚۖ(۲۲) (پ۲۷، الحدید: ۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل اس کے کہ ہم اُسے پیدا کریں بے شک یہ اللہ کو آسان ہے۔

حضرت سیِّدُنا عمران بن حصین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ حضور معلّمِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تھا اور اس سے پہلے کچھ نہ تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا اور اس نے لوحِ محفوظ میں ہر چیز لکھ دی پھر آسمان و زمین پیدا کئے۔“(1)

آسمان و زمین سے 50 ہزار سال پہلے:

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ ختمِ نبوّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک اللہ پاک نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمانے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیریں لکھیں اور اُس کا عرش پانی پر تھا۔“(2)

اللہ پاک نے اس لوح محفوظ میں دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی لکھا کہ حضرت محمد مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے آخری نبی ہیں، اُس وقت سب مخلوقات علم کے مرتبے سے کتابت کے مرتبے میں آگئیں اور یہ بھی وجودِ واقعی کی ایک قسم ہے، اِسی لیے حضرت سیِّدُنا سعید بن راشد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا کہ میں نے حضرت سیِّدُنا عطاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا: کیا حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی ولادت سے پہلے بھی نبی تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں خُدا کی قسم! دنیا کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نبی تھے۔ یہ اُسی طرف اشارہ ہے جسے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ لوحِ محفوظ میں تقدیریں لکھی گئیں تو حضورِ اقدس صَلَّی

1...بخاری، کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء، ۴/ ۵۴۵، حدیث: ۷۴۱۸

2...مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسی علیہما السلام، ص ۱۰۹۴، حدیث: ۶۷۴۸

اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوّت بھی لکھی گئی۔

تخلیقِ آدم سے پہلے خَاتَمُ النَّبِیّٖن:

حدیثِ پاک میں جو فرمان ہے کہ ”بے شک میں اللہ تعالیٰ کے حضور لوحِ محفوظ میں خاتم النبیین لکھا تھا جبکہ حضرت آدم اپنے خمیر میں لوٹ رہے تھے“[1] اِس سے یہ مُراد نہیں ہے کہ لوحِ محفوظ میں آپ کو خاتم النبیین اُس وقت لکھا گیا بلکہ مُراد یہ ہے کہ جب نوعِ انسانی کے پہلے فرد حضرت سیِّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جسمِ مبارک میں رُوح نہیں پھونکی گئی تھی حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تب بھی لوحِ محفوظ میں خاتَم النبیین لکھے ہوئے تھے۔

دوسری حدیث میں آتا ہے کہ اس وقت حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے نبوت ثابت ہوچکی تھی۔ یہ وجود کا تیسرا درجہ ہے یعنی علمِ الٰہی اور کتابتِ لوحِ محفوظ سے عینی وواقعی وجود میں تشریف لے آئے، اُس وقت حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حضرت سیِّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مبارک پُشت سے باہر لایا گیا اور نبوّت عطا کی گئی، چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوّت پہلے تقدیر میں تھی اور لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی تھی اب اُس کے بعد ظاہر میں بھی پائی گئی۔ حضرت سیِّدُنا میسرۃ الفجر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ کب سے نبی ہیں؟ ارشاد فرمایا: ”جبکہ آدم عَلَیْہِ السَّلَام رُوح اور جسم کے درمیان تھے۔“[2]

بعض روایات کے مطابق یوں بھی عرض کی گئی ہے کہ آپ کب نبی لکھے گئے۔ اگر یہ روایت درست ہو تو حضرت سیِّدُنا عرباض بن ساریہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی حدیث سے ملا کر اس حدیثِ پاک کو بھی حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت ثابت وواجب ہونے اور ظاہر میں نمودار ہونے پر محمول کیا جائے گا کیونکہ عربی میں لفظ ”کتابت“ ثابت وواجب ہونے کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے خواہ شرعاً واجب ہو جیسے ارشادِ خداوندی ہے: ﴿ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ ﴾ (پ۲، البقرۃ: ۱۸۳) ترجمۂ کنز الایمان: تُم پر روزے فرض کئے گئے۔ یا چاہے تقدیر کے اعتبار سے واجب ہو جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ ﴾ (پ۲۸، المجادلۃ: ۲۱) ترجمۂ

1...مسند احمد، مسند الشامیین، ۶ / ۸۷، حدیث: ۱۷۱۶۳

2...ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی، ۵ / ۳۵۱، حدیث: ۳۶۲۹

کنزالایمان: اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول۔﴾ حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں، بارگاہِ رسالت میں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ کے لئے نبوت کب ثابت ہوئی؟ ارشاد فرمایا: ”جبکہ آدم عَلَیْہِ السَّلَام رُوح اور جسم کے درمیان تھے۔“[1]

مقصودِ تخلیقِ کائنات:

حضرت سَیِّدُنا امام شعبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: آپ کب نبی بنائے گئے؟ ارشاد ہوا: ”جبکہ آدم عَلَیْہِ السَّلَام رُوح اور جسم کے درمیان تھے، جب مجھ سے عہد لیا گیا۔“[2] اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضور رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُس وقت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی پُشت سے الگ فرمائے گئے، منصبِ نبوّت پر فائز کئے گئے اور آپ سے عہد لیا گیا۔ یہ روایت اس بات کی دلیل بن سکتی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جسم میں رُوح پھونکے جانے سے پہلے آپ کی پُشت سے اولادِ آدم کو نکالا گیا اور اُن سے عہد لیا گیا۔ یہ بات حضرت سَیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دیگر بزرگوں سے مروی ہے نیز اس بات پر درج ذیل فرمانِ الٰہی کے ظاہر سے بھی دلیل لی جاسکتی ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ﳓ (پ۸، الاعراف: ۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہارے نقشے بنائے پھر ہم نے ملائکہ سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو۔

اس کی تفسیر میں امام مجاہد وغیرہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم کہتے ہیں: مُراد یہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے فرشتوں کو سجدے کا حکم دینے سے پہلے اولادِ آدم کو آپ کی پُشت سے نکالا گیا۔ لیکن اکثر علمائے سلف فرماتے ہیں: حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے جسم مبارک میں رُوح پھونکے جانے کے بعد اولادِ آدم کو نکالا گیا، زیادہ تر احادیثِ مبارکہ اسی پر دلالت کرتی ہیں۔ اس قول کے مطابق ہو سکتا ہے کہ رُوح پھونکے جانے سے پہلے صرف حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پُشتِ آدم سے الگ کیا گیا ہو کیونکہ حضور رحمت عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی نوعِ انسانی کی تخلیق میں اصل مقصود ہیں اور ساری انسانیت کا خلاصہ اور عمدہ

1... ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی، ۵/ ۳۵۱، حدیث: ۳۶۲۹

2... الطبقات لابن سعد، ذکر نبوۃ رسول اللہ، ۱/ ۱۱۸

حصہ آپ ہی ہیں نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انسانیت کی لڑی کے وسط میں پرویا جانے والا سب سے بڑا وبیش قیمت موتی ہیں لہٰذا کچھ بعید نہیں کہ حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے جسم مبارک میں رُوح پھونکے جانے سے پہلے امامُ الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی پُشت سے الگ کر لیا گیا ہو۔

حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا:

مروی ہے حضرت سیِّدُنا آدم علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرش پر نامِ محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لکھا دیکھا۔ اللہ پاک نے حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے ارشاد فرمایا: ”اگر محمد نہ ہوتے میں تمہیں پیدا نہ فرماتا۔“(1) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مٹی سے حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی صورت بنائی گئی تب حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پُشتِ آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے الگ کیا گیا، نبوّت عطا کی گئی، عہد لیا گیا اور واپس حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پُشت میں رکھ دیا گیا اور پھر جب رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ظاہری دنیا میں جلوہ فرمانا اللہ پاک نے تقدیر میں لکھا ہوا تھا تب آپ دنیا میں تشریف لائے۔ اس بات کی دلیل حضرت سیِّدُنا قتادہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی حدیث بھی ہے کہ حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میں سب نبیوں سے پہلے پیدا ہوا اور سب کے بعد بھیجا گیا۔“(2) اور ایک روایت میں ہے کہ ”میں سب لوگوں سے پہلے پیدا ہوا“ اور حضرت سیِّدُنا قتادہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی دوسری روایت میں اتنا زائد ہے کہ پھر حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ۪ (پ۲۱، الاحزاب:۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب! یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے۔(3)

حضرت سیِّدُنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام پہلے رسول ہیں لیکن اللہ پاک نے مذکورہ آیت طیبہ میں اُن سے بھی پہلے

---

1 ...مستدرک، کتاب آیات رسول اللہ التی فی دلائل النبوۃ، باب استغفار آدم علیہ السلام بحق محمد، ۳/ ۵۱۷، حدیث: ۴۲۸۶

2 ...مسند الشامیین، ۴/ ۳۴، حدیث: ۲۶۶۲

3 ... الطبقات لابن سعد، ذکر نبوۃ رسول اللہ، ۱/ ۱۱۹

حضور سیّدُ المُرسلین، خاتمُ النّبیّٖن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ آپ سب نبیوں سے پہلے پیدا ہوئے اور سب کے بعد بھیجے گئے کہ جب حضرت سیّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی صورت بنائی گئی تب حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اُن کی پُشت سے الگ فرمایا گیا، نبوّت عطا کی گئی، عہد لیا گیا اور پھر آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پُشت میں واپس رکھ دیا گیا۔

ایک سوال اور اُس کا جواب:

بیان کردہ بات سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت سیّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو حضور سیّدُنا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پہلے پیدا کیا گیا ہے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ اُس وقت حضرت سیّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مبارک جسم میں حیات نہیں تھی، رُوح نہیں پھونکی گئی تھی جبکہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پُشتِ آدم سے ظاہر کیا گیا تو پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُس وقت بھی کامل حیات والے تھے، آپ کو نبوّت سے سرفراز کیا گیا اور عہد لیا گیا لہٰذا حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب نبیوں سے پہلے پیدا ہوئے اور سب کے بعد بھیجے گئے، آپ اس اعتبار سے خاتَم النبیین ہیں کہ آپ کا زمانہ تمام انبیاء کے بعد ہے، پس آپ مُقَفّٰی ہیں یعنی تمام انبیائے کرام کے پیچھے آئے اور آپ عَاقِب ہیں یعنی سب سے آخری نبی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَؕ (پ۲۲، الاحزاب: ۴۰)

ترجمۂ کنز الایمان: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

قصرِ نبوت کی آخری اینٹ:

حضرت سیّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، سرورِ ہر دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں: ”میری اور نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان پورا کامل اور خوبصورت بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی، لوگ اس گھر میں جاتے اور اس کی خوبی و خوشنمائی سے تعجب کرتے اور تمنا کرتے کہ کسی طرح اس اینٹ کی جگہ خالی نہ ہوتی۔“[1]

---

1 ...بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین، ۲/ ۴۸۴، حدیث: ۳۵۳۴

دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: ”پھر میں آیا اور مجھ پر انبیاء کا اختتام ہو گیا۔“[1]

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے، اُس میں یوں ہے: ”لوگ اُس عمارت کے گرد پھرتے اور کہتے: وہ اینٹ کیوں نہ رکھ دی گئی؟“ پھر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتَم النبیین ہوں۔“[2]

نبوت کے ساتھ جلوہ گری:

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا عرباض بن ساریہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی روایت کردہ حدیثِ پاک سے استدلال فرمایا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شروع سے ہی توحیدِ باری تعالیٰ پر قائم و دائم تھے اور انہوں نے اس بات کا انکار کرنے والوں کا رد اِسی حدیث پاک سے فرمایا ہے۔

بلکہ اس حدیثِ پاک سے تو یہ دلیل بھی لی جاسکتی ہے کہ حضور رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نبوّت کے ساتھ ہی دنیا میں جلوہ گر ہوئے کیونکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے نبوّت اُسی وقت سے ثابت ہے جب آپ کو پُشتِ آدم سے الگ فرما کر آپ سے عہد لیا گیا، چنانچہ آپ تبھی سے نبی ہیں لیکن دنیا میں جلوہ گری کا وقت بعد کا تھا اور دنیا میں جلوہ گری بعد میں ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے پہلے نبوّت بھی نہ ہو۔ کسی کو کہیں کا حکمران بنایا جائے اور آئندہ کسی زمانے میں وہاں احکامات چلانے کا اختیار دیا جائے تو حکمرانی اُسی وقت سے ثابت ہوگی جب حکمران بنایا گیا تھا، یہ اور بات ہے کہ احکامات طے شدہ وقت آنے پر ہی چلائے۔

بدمذہب سے دُور رہنے کا حکم:

حضرت سیِّدُنا حنبل بن اسحاق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے (اپنے چچازاد اور استاد) حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا: اُس آدمی کے بارے میں کیا حکم ہے جو کہتا ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اعلانِ نبوّت سے پہلے اپنی قوم کے دین پر تھے؟ تو آپ نے فرمایا: ”یہ بُری بکواس ہے، ایسا کہنے والے کی باتوں سے دُور رہا جائے اور اُس کے قریب نہ پھٹکا جائے۔“ میں نے عرض کی: ہمارا پڑوسی ابو

1 ...مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین، ص۹۶۶، حدیث: ۵۹۶۳

2 ...بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین، ۲/ ۴۸۴، حدیث: ۳۵۳۵

العباس جو درہم و دینار پرکھنے کا ماہر ہے وہ یہ بات کہتا ہے۔ امام نے فرمایا: اللہ اُسے غارت کرے! اُس نے باقی کیا چھوڑا جب یہی بک دیا کہ حضور ہادیٔ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی قوم کے دین پر تھے اور وہ قوم تو بُتوں کی پجاری تھی۔ اللہ پاک تو حضرت سیِّدُنا عیسیٰ رُوْحُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کا قول بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور ان رسول کی بشارت سُناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے اُن کا نام احمد ہے۔ (پ۲۸، الصف: ۶)

حضرت سیِّدُنا حنبل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: ابو العباس کہتا ہے کہ جس وقت حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے زمانۂ جاہلیت میں حضرت سیِّدَتُنا خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے نکاح فرمایا تھا وہ بھی اپنی قوم کے دین پر تھیں ۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میں حضرت سیِّدَتُنا خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے بارے میں کچھ نہیں کہتا، بلاشبہ وہ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لائی تھیں۔ اِس کے بعد آپ نے فرمایا: لوگ کیا کیا نئی باتیں نکال رہے ہیں! یہ فلسفیانہ باتیں بنانے والے لوگ ہیں، جو ایسے کلام پسند کرے وہ کبھی کامیاب نہ ہو گا۔

سبحٰن اللہ! حضرت نے کتنی اچھی بات ارشاد فرمائی ہے۔ اس بارے میں حضرت نے مزید کچھ دلائل ذکر فرمائے تھے لیکن میرے ذہن سے نکل گئے۔ اِس سلسلہ گفتگو میں امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے یہ بھی فرمایا تھا: حضور جانِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جب ولادت ہوئی تو آپ کی والدۂ ماجدہ طیبہ طاہرہ حضرت سیِّدَتُنا آمنہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ایسا نُور دیکھا جس سے شام کے محلّات چمک گئے، کیا انہوں نے ایسا نہیں دیکھا تھا؟ (ضرور دیکھا تھا) اور حضور رحمۃٌ لِّلعالمین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اعلانِ نبوّت سے پہلے بھی نہایت پاکیزہ اور بُتوں سے کنارہ کش تھے، کیا حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بتوں پر بھینٹ چڑھائے جانے والے ذبیحے سے نہ بچتے تھے؟ (یقیناً بچتے تھے)۔ آخر میں آپ نے فرمایا: فلسفیانہ باتوں سے بچو کیونکہ ایسی باتیں کرنے والوں کا انجام بھلائی پر نہیں ہوتا۔

ولادت سے پہلے نبوت:

یہاں امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اگلے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی دی ہوئی خوشخبریوں کو اور ولادتِ

مصطفٰے کے وقت دیکھی گئی نشانیوں کو اس بات کی دلیل قرار دے رہے ہیں کہ حضور جانِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیا میں جلوہ گری اور ولادت مبارک سے پہلے بھی نبی تھے اور حضرت سیِّدُنا عرباض رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی حدیث سے یہی معلوم ہورہا ہے کیونکہ اس میں رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہی بیان فرمایا کہ آپ اُس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اپنے خمیر میں لوٹ رہے تھے۔ حدیث میں وارد لفظ "مُنْجَدِل" کا معنٰی یہ ہے کہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا جسم مبارک رُوح پھونکے جانے سے پہلے زمین پر تھا۔ لڑائی میں مارے جانے والے آدمی کو بھی اسی لئے عربی میں "مُنْجَدِل" کہتے ہیں کہ وہ بے جان ہوکر زمین پر پڑا ہوتا ہے۔

تین نبوی دلیلوں کی تفصیل

شروع میں بیان کردہ حدیثِ پاک میں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دنیا میں جلوہ گری سے پہلے ہی اپنا چرچا عام ہونے، اپنے نام ونبوت کی سربلندی اور دنیا کی طرف اپنے ظہور کی بلند وبالا قدر ومنزلت پر تین دلیلیں ارشاد فرمائیں، حدیث پاک میں مذکور آپ کے فرمانِ عالیشان "اب میں تمہیں اس بات کا مطلب بتاتا ہوں" سے یہی مُراد ہے۔(وہ تین دلیلیں یہ تھیں کہ میں اپنے والد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی دُعا ہوں اور بشارتِ عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام ہوں جو انہوں نے اپنی قوم کو دی اور میں اپنی والدہ ماجدہ کا نظارہ ہوں جو انہوں نے دیکھا کہ اُن سے ایک نور ظاہر ہوا جس سے اُن کے لئے شام کے محلات چمک اٹھے اور حضرات انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی مائیں یونہی دیکھا کرتی ہیں۔)

دعائے ابراہیم ہونے کی تفصیل:

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پہلی دلیل یہ دی کہ میں اپنے والد گرامی حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کی دُعا ہوں۔ یہاں آپ نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت سیِّدُنا اسماعیل ذَبِیْحُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کے اُس قول کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو قرآنِ پاک میں بیان ہوا کہ بَیْتُ اللہ شریف کی تعمیر کے وقت دونوں بزرگ نبیوں نے بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا کی:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّاؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ(۱۲۷) رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ

ترجمۂ کنز الایمان: اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما بے شک تُو ہی ہے سُنتا جانتا اے رب ہمارے اور کر ہمیں تیرے

اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُزَكِّیْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۲۹﴾ (پ۱، البقرۃ: ۱۲۷-۱۲۹)

حضور گردن رکھنے والے اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما بے شک تُو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سِکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے بے شک تُو ہی ہے غالب حکمت والا۔

اللہ پاک نے ان دونوں بزرگ نبیوں کی دُعا قبول فرمائی اور مکہ والوں میں اُنہیں میں سے اِن صفات والا ایک رسول بھیجا جو حضرت سیِّدُنا اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے ہیں جنہوں نے اپنے والد حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ مل کر یہ دعا کی تھی اور اس دعا میں مذکور صفت کے ساتھ مومنوں میں اِس پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مبعوث فرما کر اُن پر اللہ پاک نے احسان جتایا۔ وہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿1﴾...

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۶۴﴾ (پ۴، اٰل عمران: ۱۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ اُن میں اُنہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور اُنہیں پاک کرتا اور اُنہیں کتاب و حکمت سِکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کُھلی گمراہی میں تھے۔

﴿2﴾...

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ﴿۲﴾ وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں اُنہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور اُنھیں پاک کرتے ہیں اور اُنھیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کُھلی گمراہی میں

يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۳ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۴ (پ۲۸، الجمعۃ: ۲-۴)

تھے اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے اور وہی عزت و حکمت والا ہے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ مکہ مکرمہ میں ہمارے پیارے آقا محمدِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے علاوہ کوئی رسول نہیں بھیجا گیا جو اہلِ مکہ ہی میں سے ہو اور ان سب صفات سے متصف ہو۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سیّدُنا اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد سے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے انبیائے کرام حضرت سیّدُنا اسحاق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد سے تھے اور اللہ پاک نے آیتِ مبارکہ میں بیان فرمایا کہ یہ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مبعوث فرماکر اللہ پاک نے مؤمنوں پر احسان فرمایا ہے لہذا اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بعثت ہے کہ آپ حق اور سیدھی راہ کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں۔

آیت بعثت کی تفسیر

اَن پڑھوں سے کیا مراد؟

فرمانِ الٰہی ﴿فِی الْاُمِّیّٖنَ یعنی اَن پڑھوں میں﴾ سے مُراد اہلِ عرب ہیں۔ یہ فرمان اُن لوگوں کے لئے آگاہی اور خبرداری تھا کہ دیکھیں کتنی بڑی اور عظیم نعمت اُنہیں عطا ہوئی ہے، یہ لوگ ان پڑھ تھے، ان کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی، جس طرح اہلِ کتاب کے یہاں نبوّتوں کے آثار رہے ہیں اسی طرح ان عرب والوں کے پاس نبوّت کا کوئی پسِ منظر نہیں تھا، لیکن اللہ پاک نے اپنے عظیم پیغمبر محبوبِ ربِّ اکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مبعوث فرماکر اور قرآنِ پاک جیسی بلند رتبہ کتاب عطا فرماکر اُن پر احسانِ عظیم فرمایا کہ وہ لوگ سب امتوں سے زیادہ فضیلت و علم والے ہوگئے اور اگلی امتوں کی گمراہیوں سے بھی واقف ہوگئے۔

حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے عربی ہونے کی دو حکمتیں:

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اہلِ عرب ہی میں سے ہوئے اس کے دو فائدے ہیں۔

پہلا فائدہ: حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جن میں بھیجے گئے ان کی طرح اُمّی تھے، آپ نے کبھی

کوئی کتاب دیکھ کر نہیں پڑھی اور اپنے مبارک ہاتھ سے کبھی کچھ نہیں لکھا تھا جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ (پ۲۱، العنکبوت:۴۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے۔

نہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی قوم کے شہروں سے کہیں اور جاکے دوسرے لوگوں کے پاس قیام فرمایا کہ اُن سے کچھ سیکھ لیا ہو بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بے پڑھی قوم کے درمیان شانِ اُمّی ہی سے جلوہ فرما رہے کہ نہ کچھ لکھتے تھے اور نہ پڑھتے تھے، حتّٰی کہ عمرِ مبارک کے 40 سال یونہی پُورے فرمائے، پھر یہ روشن کتاب قرآنِ حکیم، یہ واضح راستہ اور یہ سیدھا دِین لے کر آئے جس کے بارے میں دنیا کے ماہرین و محققین نے اعتراف کیا کہ جہان کے دروازے پر اس سے عظیم دستور کی دستک کبھی سُنائی نہ دی اور اس میں حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سچا ہونے کی ایک واضح و ظاہر دلیل ہے۔

دوسرا فائدہ: یہاں یہ سمجھایا گیا ہے کہ جن لوگوں میں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مبعوث فرمایا گیا وہ اَن پڑھ لوگ بالخصوص اہلِ مکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اونچے حسب و نسب، ذاتی شرافت، سچائی، امانت داری، پارسائی اور پاک دامنی کو اچھی طرح جانتے ہیں اور یہ کہ آپ اُن کے درمیان جانے پہچانے بڑے ہوئے ہیں اور آپ نے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا تو بھلا کیسے ہو سکتا ہے کہ لوگوں پر تو جھوٹ نہ بولیں مگر مَعَاذَ اللہ خُدائے پاک پر جھوٹ باندھیں؟! یہ خیال بالکل غلط اور باطل ہے، ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ روم کے بادشاہ ہِرَقْل نے (حضرت سیّدُنا ابوسفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے انہی اوصاف کے متعلق پوچھا تھا اور (جب اُنہوں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے یہ مبارک اوصاف بیان کیے تو) ہِرَقْل نے ان باتوں کو رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دعوائے نبوّت و رسالت میں سچا ہونے کی دلیل بنایا۔

قرآنِ پاک کی عظمت و شان:

مذکورہ آیات میں اس فرمانِ الٰہی ﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ یعنی جو (رسول) اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے﴾ سے مُراد ہے کہ یہ رسول اُن لوگوں کے سامنے اللہ پاک کی نازل کردہ آیات تلاوت فرماتے ہیں اور وہ قرآن کریم ہے جو

تمام آسمانی کتابوں میں سب سے زیادہ عظیم ہے، جو علوم و معارف، حکمتوں، نصیحتوں، سچے واقعات اور ڈرانے والی اور ترغیب والی باتوں پر مشتمل ہے، جس میں اگلوں کے واقعات ہیں، قیامت میں اٹھائے جانے اور جنت و دوزخ سے متعلق آئندہ کی سچی خبریں ہیں اور وہ سب ہے جو اس کے علاوہ کسی کتاب میں نہیں۔ بعض علمائے کرام تو یہاں تک فرماتے ہیں: اگر یہ قرآنِ پاک کسی چٹیل میدان میں کاغذوں میں لکھا ہوا ملتا اور پتہ نہ چلتا کہ کس نے رکھا ہے تو بھی درست عقلیں گواہی دیتیں کہ یہ کتاب بلاشبہ اللہ پاک کی طرف سے نازل ہوئی ہے، ایسی کتاب لکھنا انسان کے بس کی بات ہی نہیں، جب اُس فرضی صورت میں یہ حال ہوتا تو اب کیا شان ہو گی جبکہ یہ کلام لوگوں کو اُن کے ہاتھوں سے ملا جو مخلوق میں سب سے زیادہ سچے، نیک اور پرہیز گار ہیں اور انہوں نے خود فرمایا کہ یہ اللہ پاک کا کلام ہے، فقط یہی نہیں فرمایا بلکہ ساتھ ہی سب لوگوں کو مقابلے کی دعوت بھی دی کہ ایسی ایک سورت ہی بنالاؤ لیکن یہ کسی سے نہ ہو سکا، چنانچہ ارشاد ہوا:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛۚ (پ۱، البقرۃ: ۲) ترجمۂ کنزالایمان: وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں۔

اور فرمایا:

اَوَ لَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰى عَلَیْهِمْ ؕ (پ۲۱، العنکبوت: ۵۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا یہ اُنھیں بس نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب اُتاری جو اُن پر پڑھی جاتی ہے۔

الغرض اگر حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس قرآنِ پاک کے علاوہ کوئی معجزہ نہ بھی ہوتا تو قرآنِ پاک ہی آپ کی سچائی کی کافی دلیل ہوتا، تو اب کیا حال ہو گا جبکہ رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمینی و آسمانی معجزات بے شمار ہیں۔

دلوں کو ستھرا کرنے والے رسول:

اس فرمانِ باری تعالیٰ ﴿وَ یُزَكِّیْهِمْ یعنی اور (وہ رسول) انہیں پاک کرتے ہیں﴾ سے مراد یہ ہے کہ رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُن کے دلوں کو شرک، نافرمانی اور گمراہی کی گندگی سے ستھرا اور پاکیزہ فرماتے ہیں کیونکہ جانیں تبھی پاکیزہ ہوتی ہیں جب ان آلودگیوں سے پاک صاف ہو جائیں اور جس کی جان پاک ہو گئی وہ

کامیاب ہوا جیسا کہ ارشادِ باری تعالٰی ہے:

﴿1﴾...

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۙ﴿۹﴾ (پ۳۰، الشمس:۹) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک مُراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا۔

﴿2﴾...

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۙ﴿۱۴﴾ (پ۳۰، الاعلیٰ:۱۴) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا۔

کتاب وحکمت کی نبوی تعلیم:

ماقبل آیات میں اس فرمانِ الٰہی ﴿وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ یعنی اور اُنھیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں﴾ میں کتاب سے مراد قرآنِ پاک ہے یعنی رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تلاوتِ قرآنِ کریم سکھاتے ہیں اور حکمت سے مُراد قرآنِ پاک کے معانی کی سمجھ اور ان پر عمل ہے لہٰذا صرف تلاوت پر اکتفانہ کیا جائے بلکہ معنیٰ بھی سمجھا جائے اور قرآنی احکامات پر عمل بھی کیا جائے، جس نے ان چیزوں کو اکٹھا کر لیا اُسے حکمت عطا کی گئی۔ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ (پ۳، البقرۃ:۲۶۹) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی۔

عالم کے لیے حکمت کی اہمیت:

حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق فرماتے ہیں: علماء بہت ہیں لیکن حکمت والے کم ہیں اور فرماتے ہیں: حکمت والے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے وارث ہیں۔

حکمت وہ نفع دینے والا علم ہے جس کے بعد نیک عمل آئے۔ حکمت وہ نُور ہے جو دل میں ڈالا جاتا ہے، اس کے ذریعے آسمانی علم کا معنیٰ سمجھا جاتا ہے، یہ نور اس علم کی پیروی اور عمل کی ترغیب دیتا ہے۔

جنہوں نے کہا کہ حکمت سُنّت وحدیثِ مصطفٰے کا نام ہے اُنہوں نے بھی ٹھیک کہا کیونکہ احادیثِ مبارکہ قرآنِ پاک کی تفسیر کرتی ہیں، اِس کے معانی کو بیان کرتی ہیں اور اس کے اتباع اور عمل پر ابھارتی ہیں پس حکمت والا وہ عالم ہے جو علم کی باریکیوں تک پہنچے اور عمل کرتے ہوئے اپنے علم سے نفع بھی اٹھائے۔

شاعر ابو عتاہیہ کہتا ہے:

وَكَيْفَ تُحِبُّ اَنْ تُدْعٰى حَكِيْمًا   وَاَنْتَ لِكُلِّ مَا تَهْوٰى رَكُوْبُ

وَتَضْحَكُ دَائِبًا ظَهْرًا لِبَطْنٍ   وَتَذْكُرُ مَا عَمِلْتَ فَلَا تَتُوْبُ

ترجمہ: (۱)...تم ہر خواہش کے گھوڑے پر سوار ہو جاتے ہو پھر کیوں چاہتے ہو کہ تمہیں دانش ور بلایا جائے؟

(۲)...تم ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ تو ہو جاتے ہو لیکن اپنے کرتوت یاد آنے پر توبہ نہیں کرتے؟

آمدِ مصطفٰے سے پہلے گمراہی کا راج:

ماقبل مذکور آیات کے اس حصے ﴿وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ یعنی اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔﴾ میں اُس گمراہی کی طرف اشارہ ہے جس میں لوگ قرآنِ پاک نازل ہونے سے پہلے مبتلا تھے۔ اللہ پاک نے اہلِ زمین پر نظر فرمائی اور سب عرب و عجم پر غضب فرمایا سوائے چند اُن اہلِ کتاب کے جنہوں نے اپنے اصل دین کو تھامے رکھا، لیکن یہ لوگ بہت تھوڑے تھے۔ عام طور پر اہلِ کتاب نے اپنی کتابوں میں تحریف کردی تھی، انہوں نے دین میں وہ سب ملا دیا جو دین کا حصہ نہیں تھا، چنانچہ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اہلِ کتاب کے علاوہ دیگر لوگ تو کھلی گمراہی میں تھے، اَن پڑھ لوگ مشرک تھے اور بُتوں کی پُوجا کرتے تھے، مجوسی آتش پرست تھے اور دو خُداؤں کو مانتے تھے، یونہی اور زمین والوں کا حال تھا، کوئی ستارہ پرست تھا تو کوئی آفتاب پرست اور کوئی چاند کا پُجاری تھا پھر اللہ پاک نے اپنے پیارے حبیب محمدِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بھیجا اور اُن کی لائی ہوئی ہدایت اور دینِ حق کی طرف مسلمانوں کو راہ دی، اللہ پاک نے اس دین کو غلبہ عطا فرمایا یہاں تک کہ دینِ اسلام مشرق و مغرب میں پھیل گیا، وہاں توحید کا کلمہ اور عدل وانصاف سے کام لینا ظاہر ہو گیا جبکہ اس سے پہلے سب زمین شرک و ظلم کی تاریکیوں میں تھی۔

حضور اکرم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے گمراہی سے بچالیا:

سورہ جمعہ کی مذکورہ آیات طیبات میں ”ان پڑھوں“ سے مراد تو اہل عرب ہیں جبکہ ”وہ جو اِن اگلوں سے نہ ملے“ اِن سے مراد فارس (ایران) اور رُوم کے لوگ ہیں، اہل فارس آتش پرست تھے اور رُومی لوگ نصرانی تھے، اللہ پاک نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بھیج کر ان لوگوں کو توحید کی راہ دی۔ چنانچہ

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھ کر حال پوچھا گیا تو فرمانے لگے:

”اگر یہ پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہ ہوتے تو ہم لوگ آتش پرست ہوتے۔“

واقعی یہی بات ہے، اگر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف نہ لاتے تو عراق والے آگ کے پُجاری ہوتے، شام، مصر اور رُوم والے نصرانی ہوتے، عرب والے بُت پرست ہوتے۔ لیکن **اللہ** پاک نے حضور سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مبعوث فرما کر اپنے بندوں پر رحم فرمایا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں گمراہی سے بچالیا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۞١٠٧ (پ١٧، الانبیآء: ١٠٧)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۞٤ (پ٢٨، الجمعة: ٤)

ترجمۂ کنز الایمان: یہ **اللہ** کا فضل ہے جسے چاہے دے اور **اللہ** بڑے فضل والا ہے۔

چنانچہ جسے اسلام کی دولت نصیب ہوئی اُسے بڑا افضل عطا ہوا، اُس پر **اللہ** پاک کا بہت بڑا احسان ہے، اُسے اس نعمت کا شکر ادا کرنے کی کس قدر حاجت ہے! بہت ضروری ہے کہ وہ بندۂ مؤمن اس نعمتِ اسلام کو ہمیشہ باقی رکھنے، اس پر مرتے دم تک قائم رہنے اور اسی پر خاتمہ ہونے کی **اللہ** پاک کی بارگاہ میں دُعا کرے۔ ایسا کرنے سے یہ اسلام کی نعمت کامل ہوگی۔

ابو الانبیاء عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان و عظمت:

حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حق پر قائم اور باطل سے جدا لوگوں کے امام ہیں اور وہ ہستی ہیں جن کی پیروی کا حکم **اللہ** پاک نے ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور دیگر انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو ارشاد فرمایا اور انہیں لوگوں کا پیشوا اور رہنما بنایا۔ آپ اور آپ کے بیٹے حضرت سیِّدُنا اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام نے **اللہ** پاک کی بارگاہ میں دُعا کی کہ ”مکہ والوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیج جو اِن اِن صفات سے آراستہ ہو۔“ **اللہ** پاک نے دونوں ہستیوں کی دُعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور اہلِ مکہ میں پیارے نبی صَلَّی

اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مبعوث فرمایا اور اُنہیں حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم عَلَیْہِمَا السَّلَام کی اولاد میں سے بنایا جیسا کہ ان دونوں انبیائے کرام نے دُعا کی تھی۔ ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وہ ہیں جنہوں نے ہر باطل سے جُدا دینِ ابراہیمی کو کمزور ہونے اور چھپ جانے کے بعد دنیا والوں کے سامنے ظاہر فرمایا اِسی لیے آپ سب لوگوں سے بڑھ کر حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے حق دار اور قریبی ہیں جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے:

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِیُّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ (پ۳، اٰل عمران: ۶۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ حق دار وہ تھے جو ان کے پیرو ہوئے اور یہ نبی اور ایمان والے۔

حضورِ رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ہر نبی کا کوئی نبی ولی ہوتا ہے، میرے ولی حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام ہیں۔"[1] پھر آپ نے مذکورہ آیت طیبہ تلاوت فرمائی۔ حضرت سیِّدُنا ابراہیم خلیلُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں سب سے بڑھ کر آپ کے مشابہ اور ظاہری و معنوی اعتبار سے قریب تر حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں حتّٰی کہ اللہ پاک کے خلیل ہونے میں بھی سب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خود ارشاد فرماتے ہیں: "اللہ پاک نے مجھے خلیل کیا جیسے ابراہیم کو خلیل کیا۔"[2]

بشارتِ عیسٰی کا مفہوم و معنیٰ:

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دوسری دلیل یہ دی کہ "میں حضرت عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بشارت ہوں جو انہوں نے اپنی قوم کو دی۔" حضرت سیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام بنی اسرائیل کے آخری نبی ہیں اور اللہ پاک نے اس بشارت کا ذکر یوں فرمایا ہے:

وَ اِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ (پ۲۸، الصف: ۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب عیسٰی بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے اُن کا نام احمد ہے۔

1. ...ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ آل عمران، ۵/ ۴، حدیث: ۳۰۰۶
2. ...مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب النھی عن بناء المساجد... الخ، ص ۲۱۳، حدیث: ۱۱۸۸

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے مبارک زمانے میں ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کی ترغیب دلاتے اور فرماتے تھے: ”وہ نبی تلوار کے ساتھ بھیجے جائیں گے، یہ بات تمہیں ان سے ہرگز نہ روکے۔“ اور یہ بھی مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: عنقریب میں چلا جاؤں گا اور وہ نبی تشریف لائیں گے جو اپنے دعوے میں تمہاری تعریف کے طالب نہ ہوں گے بلکہ تلوار نیام سے کھینچ لیں گے پھر تم ان کے دین میں داخل ہو گے خواہ خوشی سے یا ناگواری سے۔

اُمتِ محمدیہ کا صبر و شکر:

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم رؤف رّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک اللہ پاک نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو وحی فرمائی کہ میں تمہارے بعد ایک امت پیدا فرماؤں گا، اُنہیں پسندیدہ بات پہنچے گی تو میری حمد کریں گے اور شکر بجالائیں گے اور اگر انہیں کوئی ناپسندیدہ بات پہنچے گی تو ثواب کی امید رکھیں گے اور صبر سے کام لیں گے جبکہ کوئی دانش مندی ہو گی نہ کوئی علم ہو گا۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: اے رب! یہ کیسے ہو گا جبکہ کوئی دانش مندی ہو گی نہ کوئی علم ہو گا؟ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: میں اُنہیں اپنے حِلم اور اپنے عِلم سے عطا فرماؤں گا۔“[1]

حضرت سیِّدُنا محمد بن اسحاق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق فرماتے ہیں، مجھے ایک عالم صاحب نے بتایا کہ حضرت سیِّدُنا عیسیٰ رُوْحُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ پاک کو سب سے زیادہ محبوب اُمت امتِ محمدیہ ہے۔ عرض کی گئی: آپ ان کی کیا فضیلت بیان فرما رہے ہیں؟ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: ”لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ“ کہنا کسی اور امت پر اتنا آسان نہیں کیا گیا جتنا اس امت پر آسان کر دیا گیا۔

والدہ ماجدہ کا خواب:

رحمتِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دنیا میں جلوہ گری سے پہلے ہی اپنے نبی ہونے کی تیسری دلیل یہ دی کہ میں اپنی والدہ حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے ملاحظہ فرمایا کہ ان سے ایک نُور نکلا جس سے اُن کے لئے شام کے محلات چمک گئے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

1 ...مسند احمد، مسند القبائل، ۱۰/ ۴۳۰، حدیث: ۲۷۶۱۵

”انبیائے کرام کی مائیں یونہی دیکھا کرتی ہیں۔“

حدیثِ پاک میں لفظ ”رُؤْیا“ ہے اگر اس سے مُراد خواب لیا جائے تو روایت ہے کہ حضرت سیِّدَتُنا آمنہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے زمانۂ امید کے شروع میں خواب دیکھا: اُنہیں خوشخبری دی گئی کہ اُن سے ولادتِ مصطفٰے کی مبارک ساعت میں ایسا نُور نکلے گا جس سے شام کے محلات چمک جائیں گے۔

حضرت ابو مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: آپ کے معاملۂ نبوّت کی اوّلین بات کیا تھی؟ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ پاک نے مجھ سے عہد لیا جیسے اور نبیوں سے عہد لیا۔“ پھر آپ نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ۪ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًاۙ﴿۷﴾ (پ۲۱، الاحزاب: ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔

اور میں عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بشارت ہوں اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی والدۂ ماجدہ نے خواب دیکھا کہ اُن کے سامنے ایک چراغ آیا جس سے اُن کے لئے شام کے محلّات چمک گئے۔“ پھر پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمایا: ”اور اس کے علاوہ بھی۔“[1]

بوقتِ ولادت انوار و تجلیات:

اگر حدیثِ پاک میں وارد لفظ ”رؤیا“ سے مُراد کُھلی آنکھوں کا نظارہ ہو جیسا کہ حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اِس فرمان باری تعالیٰ:

وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْۤ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (پ۱۵، بنیۤ اسرآءیل: ۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو۔

کی تفسیر میں فرمایا کہ یہاں جاگتی آنکھوں کا نظارہ مُراد ہے جو حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو معراج کی رات دکھایا گیا۔ پس اگر یہاں بھی یہی مراد ہو تو اس حوالے سے بھی روایت موجود ہے کہ حضرت سیِّدَتُنا آمنہ

---

1 ...معجم کبیر، ۲۲/ ۳۳۳، حدیث: ۸۳۵

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے مولود کی گھڑی میں وہ نظارہ جاگتی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا۔ چنانچہ

مروی ہے کہ جب رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سیّدَتُنا آمنہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے بطن اطہر میں تشریف لائے تو وہ فرماتی ہیں: اُس وقت مجھ سے کسی کہنے والے نے کہا: بلاشبہ تمہارے وجود میں اس امت کے سردار تشریف فرما ہیں، جب یہ دنیا میں جلوہ افروز ہوں تو تم کہنا: ”اُعِیْذُہٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ یعنی میں انہیں ہر حاسد کے شر سے خدائے واحد کی پناہ میں دیتی ہوں۔“ اور اس بات کی نشانی یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایک نُور نکلے گا جو سرزمینِ شام پر بُصریٰ کے محلّات کو روشنی سے بھر دے گا۔ جب یہ پیدا ہوں تو اِن کا نام ”محمد“ رکھنا کہ توراتِ شریف میں ان کا نام ”احمد“ ہے، آسمان وزمین والے ان کی حمد کریں گے، انجیلِ مقدّس میں بھی ان کا نام ”احمد“ ہے، آسمان وزمین والے ان کی حمد کریں گے اور قرآنِ کریم میں ان کا نام ”محمد“ ہے۔

بوقتِ ولادت نورِ مصطفٰے:

حضرت سیّدَتُنا آمنہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: جب میرے بیٹے یعنی نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے پیٹ میں تشریف فرما ہوئے تو مجھے اُن کی کوئی مشقت محسوس نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ دنیا میں تشریف لے آئے۔ جب آپ مجھ سے الگ ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک ایسا نُور نکلا جس سے مشرق سے لے کر مغرب تک سب روشن ہو گیا، پھر آپ دونوں مبارک ہاتھوں کے سہارے زمین پر تشریف لائے، ایک مٹھی مٹی لی اور سرِ مبارک آسمان کی طرف اٹھایا۔

دوسری روایت میں ہے: پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سرِ مبارک آسمان کی طرف بلند کیے ہوئے مبارک گھٹنوں کے بل زمین پر تشریف لائے، ساتھ ہی ایک نُور نکلا جس سے شام کے محلات اور بازار روشن ہو گئے حتّٰی کہ بُصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں دکھائی دینے لگیں۔

شبِ ولادت ستارے قریب آگئے:

حضرت سیّدُنا عثمان بن ابو العاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ولادتِ مصطفٰے کی رات موجود تھیں، بیان کرتی ہیں: میں گھر میں جس طرف بھی دیکھتی نُور ہی نُور نظر آتا اور ستاروں کو دیکھا تو اتنے قریب آگئے تھے کہ میں کہنے لگی: یہ مجھ پر گر ہی پڑیں گے۔

حضرت سیّدُنا عتبہ بن عبد السلمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں کہ میری والدہ ماجدہ نے بیان کیا: مجھ سے ایک نور ظاہر ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

حضرت سیّدَتُنا حلیمہ سعدیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ حضرت سیّدَتُنا آمنہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: جب رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے بطن میں تشریف فرما ہوئے تو یہ میرے لیے ہلکا ترین اور مبارک ترین حمل تھا، ولادتِ باسعادت کے وقت مجھ سے نُور نکلا گویا روشن ستارہ ہو، اُس کی چمک سے بُصرٰی میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہو گئیں۔

ظہورِ نُور کی ایک حکمت:

اُس دل افروز ساعت میں یہ نُور ظاہر ہونا دراصل اُس نُور کی طرف اشارہ تھا جسے پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لے کر آئے، جس سے زمین والوں کو ہدایت عطا ہوئی اور اُس کی برکت سے زمین پر چھائے ہوئے شرک کا اندھیرا دُور ہو گیا۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾ یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ یَهْدِیْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۱۶﴾ (پ٦، المآئدة: ١٥-١٦)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہارے پاس **اللہ** کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب **اللہ** اس سے ہدایت دیتا ہے اُسے جو **اللہ** کی مرضی پر چلا سلامتی کے راستے اور انہیں اندھیریوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

اور دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤۙ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ (پ٩، الاعراف: ١٥٧)

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اُترا وہی بامراد ہوئے۔

سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے محترم چچا جان حضرت سیّدُنا عباس بن عبد المطّلب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اسی معنٰی میں یہ مشہور اشعار ہیں:

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْـ ـاَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ

فَنَحْنُ فِيْ ذٰلِكَ الضِّيَاءِ وَفِي الْـ ـنُّوْرِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

ترجمہ: (۱)...آپ جب دنیا میں جلوہ گر ہوئے تو زمین چمک اٹھی اور آپ کے نُور سے آفاق روشن ہو گئے۔

(۲)...تو اب ہم اُسی روشنی میں ہیں اور اُسی نور میں ہدایت کے راستوں پر گامزن ہیں۔

محلاتِ بُصریٰ روشن ہونے میں اشارہ:

جہاں تک آپ کی ولادت وقت ساتھ نکلنے والے نور سے بُصریٰ کے محلات روشن ہونے کا تعلق ہے تو وہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ملک شام نور نبوت کے ساتھ خاص ہو گا کیونکہ وہ آپ کی بادشاہت والے ملک کا شہر ہے جیسا کہ حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بیان فرمایا کہ سابقہ کتب میں یہ لکھا ہوا ہے: "حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** کے رسول ہیں، ان کی جائے پیدائش مکہ، ہجرت کا مقام یثرب (مدینہ منورہ) ہے اور آپ کی بادشاہت ملکِ شام میں ہو گی، چنانچہ مکۂ مکرمہ سے نبوت محمدی کی ابتدا ہوئی اور آپ کی بادشاہت ملک شام تک پہنچی اور اسی لیے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو معراج کی شب ملک شام کی جانب بیت المقدس تک سیر کرائی گئی جیسا کہ آپ سے قبل حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے بھی ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔

ملک شام کے فضائل:

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: **اللہ** پاک نے ہر نبی کو ملک شام سے ہی مبعوث فرمایا اور اگر کوئی وہاں مبعوث نہیں ہوئے تو انہوں نے اُس کی طرف ہجرت کی ہے اور آخری زمانے میں علم اور ایمان کا ٹھکانہ ملک شام ہو گا پھر اس میں سے نبوت کا نور ظاہر ہو کر تمام اسلامی ممالک میں پھیل جائے گا۔

حضرت سیِّدُنا عمرو بن عاص اور حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میں نے دیکھا کہ ایک کتبہ میرے تکیے کے نیچے سے نکلا میں اسے دیکھنے لگا، وہ ایک بلند ہوتا نور تھا جس کی روشنی شام تک پھیل رہی تھی، سنو لو! جب فتنے رونما ہوں گے اس وقت اسلام شام میں ہو گا۔[1]

1...مسند احمد، مسند الشامیین، ۶/ ۲۳۱، حدیث: ۱۷۷۹۰

ہجرت کے بعد ہجرت:

ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: عنقریب ہجرت کے بعد ایک اور ہجرت ہو گی، چنانچہ روئے زمین کے بہترین لوگ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے ہجرت والے مقام (یعنی شام) میں رہنے کو لازم کر لیں گے۔(1)

قربِ قیامت میں نزولِ عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام:

آخری زمانے میں ملک شام میں ہی حضرت سیِّدُنا عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِ السَّلَام نزول فرمائیں گے اور آپ ہی ہیں جنہوں نے ہمارے آقا، محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آمد کی خوشخبری سنائی تھی، آپ نازل ہو کر دین محمدی کو نافذ فرمائیں گے، اسی کے مطابق فیصلے کریں گے، اس کے سوا کوئی اور دین قبول نہیں کریں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کر دیں گے (اب اسلام ہی قبول کرنا پڑے گا) اور مسلمانوں کے امام کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے اور فرمائیں گے: "اس امت میں بعض لوگ بعض لوگوں کے امام ہیں۔" یہ فرمانا اس بات کا اشارہ ہو گا کہ وہ مسلمانوں کے دین ہی کی اتباع کریں گے اور اسے منسوخ و باطل نہیں کریں گے۔

پھر یہ کہ آخری زمانے میں ملک شام لوگوں کے جمع ہونے اور پھیل جانے کی جگہ ہو گی، قیامت سے قبل لوگ دنیا کے کونے کونے سے اس کی طرف سفر کریں گے اور روئے زمین کے بہترین لوگ حضرت سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی ہجرت گاہ یعنی ملک شام کی جانب خوشی خوشی ہجرت کریں گے جیسا کہ پہلے بھی یہ ہو چکا ہے کہ روئے زمین کے بہترین لوگوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی جائے ہجرت میں رہنے کو لازم کر لیا تھا۔

بہترین بندوں کے لیے بہترین زمین:

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ملک شام میں رہنا لازم کر لو کیونکہ وہ اللہ پاک کی زمین کا پسندیدہ حصہ ہے جس کے لیے وہ اپنے بہترین بندوں کو چنتا ہے۔"(2)

مستدرک، کتاب الفتن والملاحم، باب الایمان اذا وقعت الفتن بالشام، ۵/ ۷۱۲، حدیث: ۸۶۰۱

(1)... ابو داود، کتاب الجهاد، باب فی سکنی الشام، ۳/ ۷، حدیث: ۲۴۸۲

(2)... ابو داود، کتاب الجهاد، باب فی سکنی الشام، ۳/ ۷، حدیث: ۲۴۸۳

حضرت سیِّدُنا ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ قیامت اُس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک اہلِ عراق کے بہترین لوگ ملک شام منتقل نہ ہو جائیں گے اور شام کے بدترین لوگ عراق منتقل نہ ہو جائیں گے۔[1]

قیامت سے پہلے بڑی آگ کا خروج:

حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: قیامت قائم نہ ہو گی حتّٰی کہ حجاز کی سرزمین سے ایک آگ نکلے گی جس سے بُصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔[2]

یہ آگ حجاز میں مدینہ منورہ کے قریب سے سن 654 ہجری میں نکل چکی ہے اور اس کی روشنی میں بُصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں دیکھی گئیں اور اس کے فوراً بعد بغداد پر حملہ ہو گیا جس میں خلیفہ اور عام اہل بغداد کا قتل ہوا اور تاتاریوں کے ہاتھوں بتدریج پورا عراق تباہ و برباد ہو گیا اور اسی وقت عراق کے بہترین افراد نے شام کی طرف ہجرت کی۔ جہاں تک برے لوگ ہیں تو آخری زمانے میں ایک آگ نکلے گی جو اپنے قہر سے انہیں گھیر کر شام لے جائے گی حتّٰی کہ تمام کے تمام لوگ قیامت قائم ہونے سے پہلے ملک شام میں جمع ہو جائیں گے۔

فتنوں کے دور میں جائے پناہ:

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”فتنوں کے دور میں بڑی جنگ کے وقت مسلمانوں کی جائے پناہ ”غوطہ“ ہو گا جو دمشق نامی شہر کے کنارے واقع ہے، وہ شام کے شہروں میں سب سے بہتر جگہ ہے۔“[3] اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ”یہ اس وقت مسلمانوں کے لئے سب سے بہتر منزل ہو گی۔“[4]

امتِ مصطفٰے کی عظمت وفضیلت

میرے بھائیو! جو اس امت کا فرد ہے وہ **اللہ** کے نزدیک سب بہتر امت کا فرد ہے۔ **اللہ** تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

1...مسند احمد، مسند الانصار، ٨/ ٢٧٠، حدیث: ٢٢٢٠٧

2...بخاری، کتاب الفتن، باب خروج النار، ٤/ ٤٤٨، حدیث: ٧١١٨

3...ابو داود، کتاب الفتن والملاحم، باب فی المعقل من الملاحم، ٤/ ١٥٠، حدیث: ٤٢٩٨

4...مستدرک، کتاب الفتن والملاحم، باب یوم الملحمة الکبری فسطاط المسلمین بدمشق، ٥/ ٦٨٤، حدیث: ٨٥٤٣

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم 70 امتوں کی تکمیل کرنے والے ہو اور **اللہ** پاک کے نزدیک دیگر امتوں کے مقابلے میں سب سے بہتر اور سب سے عزت والی امت ہو۔“[1]

امتی کو کیسا ہونا چاہیے؟

پھر یہ کہ جب حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مخلوق میں سب سے بہتر اور سب سے افضل ہیں تو آپ کی امت بھی سب سے بہتر اور سب سے افضل ہوئی، تو کیا بات ہے اس شخص کی جو بہترین امت میں سے ہے اور مخلوق میں سب سے بہتر ہستی کے پیروکاروں میں شامل ہے بالخصوص وہ شخص کہ جو آخر زمانے میں مسلمانوں کی سب سے بہترین منزل میں رہائش رکھنے والا ہو مگر یہ ضرور ہے کہ وہ شخص اچھی صفات کا حامل اور بری صفات سے بچنے والا ہو اور اس امت کا بُرا فرد وہ ہے جو اپنے بدترین شخص ہونے پر راضی ہے باوجودیکہ وہ مخلوق میں سب سے بہتر امت اور سب سے بہتر رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیروکاروں میں شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ؕ۝۷ (پ۳۰، البینۃ: ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

پس لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو ایمان اور عمل صالح بجالایا نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور **اللہ** پر ایمان رکھتے ہو۔

بہترین امتی کی خوبیاں:

مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے

[1] ...مسند احمد، مسند البصریین، ۷/ ۲۳۳، حدیث: ۲۰۰۳۵

جس نے اللہ کے دین کو سمجھا، صلہ رحمی کی اور نیکیوں کا حکم اور برائیوں سے منع کرتا رہا۔"[1] اور ایک روایت میں ہے:"لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو جھوٹ سے سب سے زیادہ بچنے والا، سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا، سب سے زیادہ نیکیوں کا حکم کرنے اور سب سے زیادہ برائیوں سے منع کرنے والا ہے۔"[2] اور یہ بھی ارشادِ نبوی ہے کہ " لوگ پوشیدہ خزانہ ہیں پس جو دورِ جاہلیت میں سب سے بہتر تھے وہ اسلام میں بھی سب سے بہتر ہیں جبکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں۔"[3]

بہترین اور بد ترین لوگ:

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:"لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جس کی عمر طویل اور اعمال اچھے ہیں اور لوگوں میں سب سے بُرا وہ ہے جس کی عمر طویل اور اعمال بُرے ہیں۔"[4] اور ارشاد فرمایا:"تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس سے خیر کی امید کی جاتی ہے اور اس کے شر سے مامون رہا جاتا ہے اور تم میں سب سے بدتر وہ ہے جس سے خیر کی امید نہیں کی جاتی اور اس کے شر سے حفاظت نہیں ہو پاتی۔"[5]

ایک بار حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں تمہارے بہترین لوگوں کی خبر نہ دوں؟ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: کیوں نہیں؟ ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے۔ پھر استفسار فرمایا: کیا میں تمہیں تمہارے برے لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ عرض کی: ضرور بتایئے۔ ارشاد فرمایا: چغلیاں کھانے والے، دوستوں کے درمیان جدائی ڈالنے والے اور سیدھے سادھے لوگوں کو بگاڑنے والے۔[6]

---

1. ...۔۔۔۔نہیں ملی۔۔۔۔
2. ...معجم کبیر، ۲۴ / ۲۵۷، حدیث: ۶۵۷، بتغیر قلیل
3. ...بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ لقد کان فی یوسف ... الخ، ۲ / ۴۳۳، حدیث: ۳۳۸۳
4. ...ترمذی، کتاب الزھد، باب ۲۲، ۴ / ۱۴۸، حدیث: ۲۳۳۷
5. ...ترمذی، کتاب الفتن، باب ۷۶، ۴ / ۱۱۶، حدیث: ۲۲۷۰
6. ...مسند احمد، مسند القبائل، ۱۰ / ۴۴۳، حدیث: ۲۷۶۷۲، المفرقون بدلہ المفسدون، العیب بدلہ العنت

دو چہروں والے کی مذمت:

سرکار دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں: ”**اللہ** پاک کے نزدیک لوگوں میں سب سے بدترین شخص وہ ہے جس کی بُرائی سے بچنے کے لئے لوگ اسے چھوڑ دیں۔“[1] اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ بھی فرمایا ہے: ”قیامت کے دن **اللہ** پاک کے نزدیک لوگوں میں سب سے بدتر دو چہروں والا شخص ہو گا جو ایک گروہ کے پاس ایک چہرے سے جائے اور دوسرے کے پاس دوسرے چہرے سے (یعنی منافقت کرے)۔“[2]

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”**اللہ** تعالیٰ کے نزدیک بدترین درجے والا شخص وہ ہے جس نے قرآن کریم کی تلاوت کی مگر جو کچھ اس میں ہے اس پر دھیان نہ دیا۔“[3] نیز ارشاد فرمایا: ”قیامت کے دن انتہائی بُرے مرتبے والا شخص وہ ہو گا جس نے دوسرے کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کر لی۔“[4]

اب تو حیا کرنی چاہیے:

عالَمِ برزخ میں اُمتیوں کے اعمال ان کے نبی پر پیش کیے جاتے ہیں تو بندے کو حیا کرنی چاہیے کہ اس کے نبی کی بارگاہ میں اس کا وہ عمل پیش ہو جس سے انہوں نے منع فرمایا ہے۔

حَجۃ الوداع کے سال جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عرفات میں وقوف فرما رہے تھے اس وقت ارشاد فرمایا: میں حوضِ کوثر پر تمہارا پیش رو (یعنی تم سے پہلے پہنچ کر تمہارے لئے انتظام کرنے والا) ہوں اور میں تمہاری کثرت کے سبب دیگر امتوں پر فخر کروں گا لہٰذا تم مجھے غمگین نہ کرنا۔[5]

آپ کا یہ فرمان اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو وہ اُن کے گناہوں سے حیا فرماتے ہیں۔

حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں: میری امت کے بائیں جانب کے کچھ مردوں کو

1...بخاری، کتاب الادب، باب المداراۃ مع الناس، ۴/ ۱۳۴، حدیث: ۶۱۳۱

2...بخاری، کتاب الادب، باب ماقیل فی ذی الوجھین، ۴/ ۱۱۵، حدیث: ۶۰۵۸

3...نسائی، کتاب الجہاد، باب فضل من عمل فی سبیل اللہ علی قدمہ، ص ۵۰۴، حدیث: ۳۱۰۳، دون قولہ منزلۃ عند اللہ

4...ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب اذا التقی المسلمان بسیفھما، ۴/ ۳۳۹، حدیث: ۳۹۶۶

5...ابن ماجہ، کتاب الحج، باب الخطبۃ یوم النحر، ۳/ ۴۸۷، حدیث: ۳۰۵۷

پکڑا جائے گا تو میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرے ساتھی ہیں۔ تو کہا جائے گا: آپ خود سے نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئے طریقے نکال لئے تھے۔ تو میں کہوں گا: دور کر دو، دور کر دو اُسے جس نے میرے بعد دین کو بدل ڈالا۔[1]

سب سے بہتر زمانہ:

اس امت کے بہترین لوگ پہلے زمانے والے ہیں جیسا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ یعنی سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر وہ جو اس سے ملا ہوا ہے، پھر وہ جو اس سے ملا ہوا ہے۔"[2] نیز ارشاد فرمایا: میں اولادِ آدم کے یکے بعد دیگرے بہترین طبقات میں سے مبعوث ہوا حتّٰی کہ میں اس گروہ سے ظاہر ہوا جس سے میں تھا۔[3]

قرآن پاک اور صحابۂ کرام کی شان:

قرآن پاک میں صحابۂ کرام کی بڑی شان بیان ہوئی ہے۔ رب تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (پ۲۶، الفتح: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (پ۲۶، الفتح: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی صحابیت کو خصوصیت کے ساتھ بیان فرمایا:

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ (پ۱۰، التوبۃ: ۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

---

1 ...مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وصفاتہ، ص۹۶۸، حدیث: ۵۹۷۸، بتغیر قلیل
مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وصفاتہ، ص۹۶۷، حدیث: ۵۹۶۹

2 ...بخاری، کتاب الشهادات، باب لایشهد علی شهادة جور اذا اشهد، ۲/ ۱۹۳، حدیث: ۲۶۵۱

3 ...بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی، ۲/ ۴۸۸، حدیث: ۳۵۵۷

شان و عظمت والے خاص اُمّتی:

جب حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسلام کو دُلہن بنا کر پیش کیا اور نگاہوں کے سامنے اس کا گھونگھٹ اٹھایا تو حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنا سارا مال اس دُلہن پر نثار کر دیا، حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کی موافقت میں اپنا نصف مال خرچ کیا، پھر حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس دُلہن کا ولیمہ کیا اور جیشِ عُسرت (غزوۂ تبوک) کے موقع پر جہیز دیا اور حضرت سیِّدُنا مولیٰ علیُ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے جان لیا کہ دنیا اس دُلہن کی سوکن ہے اور یہ دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں تو آپ نے دنیا کو تین طلاقیں دے کر اس سے اپنا ناطہ توڑ لیا۔ تمام تعریفیں **اللہ** پاک کے لئے جس نے ہمیں اس رحمت کے ساتھ خاص فرمایا اور ہم پر اس نعمت کو وسیع کیا اور ہمیں ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی برکت سے یہ کثیر فضائل عطا فرمائے، اسی لیے ارشاد فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ترجمۂ کنزالایمان: تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

(پ۴، آل عمران: ۱۱۰)

دیگر امتوں میں حضرت سیِّدُنا ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جیسا صدیق کہاں؟ یا حضرت سیِّدُنا عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جیسی شخصیت کہاں کہ وہ جس راستے سے گزرتے شیطان وہاں سے بھاگ جاتا تھا یا حضرت سیِّدُنا عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جیسا تنگی کی تلخی پر صبر کرنے والا کہاں ہے؟ یا حضرت سیِّدُنا علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم جیسا علم کا گہرا سمندر کہاں ہے؟ یا حضرت سیِّدُنا حمزہ و حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جیسی ہستیاں کہاں؟ کیا ان میں حضرت سیِّدُنا طلحہ و حضرت سیِّدُنا زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جیسے رفقاء ہیں؟ یا حضرت سیِّدُنا سعد اور حضرت سیِّدُنا سعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جیسے ہو سکتے ہیں؟ ہر گز نہیں۔ یا اُن میں حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف و حضرت سیِّدُنا ابو عبیدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جیسا کوئی ہے، اگر تم ان کے ساتھ کسی کو تشبیہ دو تو تمہیں بہت دور کی سوجھی ہے۔

دیگر امتیں ایسا کہاں سے لائیں:

دیگر امتوں کے زاہدوں میں کوئی حضرت سیِّدُنا اویس قرنی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جیسا یا ان کے عبادت گزاروں میں کوئی حضرت سیِّدُنا عامر بن عبد قیس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جیسا؟ یا پھر ان کے خوف خدا والوں میں کوئی حضرت

سیّدُنا عمر بن عبد العزیز رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جیسا کہاں سے ہو گا؟ بالکل نہیں ہے کیونکہ سورج کی روشنی پیمائش کے آلے کی طرح نہیں ہوتی۔ کیا ان کے علما میں حضرت سیّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت سیّدُنا امام مالک اور حضرت سیّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم جیسے پختہ مسلکوں والے ہیں؟ تم سے ان جیسوں کی تعریف ممکن نہیں کیونکہ وہ اِس سے بہت بڑھ کر ہیں، واہ کیسی اچھی اس امت کی عمارت اور کیسی خوب اس کی بنیاد ہے!!! کیا دیگر امتوں میں کوئی حضرت سیّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے اعلیٰ اور شان والا ہے؟ یا حضرت سیّدُنا محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جیسا کوئی ہے جن کا تقویٰ مقبولِ عام ہے یا حضرت سیّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جیسا کوئی ہے جن کا لباس خوف اور علم ہے یا حضرت سیّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی مثل کوئی ہے جنہوں نے اپنی جان اللہ پاک کے لئے وقف کر دی اور قربان ہو گئے، خدا کی قسم! دیگر امتوں میں کوئی بھی ان جیسا نہیں۔ اے بندے! کوئی حرج نہیں، تو بلند آواز سے یہ آیتِ طیبہ پڑھ:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

لَاحَ شَيْبُ الرَّأْسِ مِنِّي فَنَصَحْ　　بَعْدَ لَهْوٍ وَشَبَابٍ وَ مَرَحْ
اِخْوَتِي تُوْبُوْا اِلَى اللهِ بِنَا　　قَدْ لَهَوْنَا وَ جَهِلْنَا مَا صَلَحْ
نَحْنُ فِيْ دَارٍ نَرَى الْمَوْتَ بِهَا　　لَمْ يَدَعْ فِيْهَا لِذِى اللُّبِّ فَرَحْ
يَا بَنِيْ اٰدَمَ صُوْنُوْا دِيْنَكُم　　يَنْبَغِيْ لِلدِّيْنِ اَلَّا يَطَّرَحْ
وَ اَحْمَدُوا اللهَ الَّذِىْ اَكْرَمَكُم　　بِنَبِيٍّ قَامَ فِيْكُمْ فَنَصَحْ
بِنَبِيٍّ فَتَحَ اللهُ بِهٖ　　كُلَّ خَيْرٍ نِلْتُمُوْهُ وَ مَنَحْ
مُرْسَلٌ لَوْ يُوْزَنُ النَّاسُ بِهٖ　　فِي التُّقٰى وَ الْبِرِّ خَفُّوْا وَ رَجَحْ
فَرَسُوْلُ اللهِ اَوْلٰى بِالْعُلٰى　　وَ رَسُوْلُ اللهِ اَوْلٰى بِالْمِدَحْ

ترجمہ: (۱) تفریح، جوانی اور خوشی سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد میرے سر پر بڑھاپا پوری طرح چھا گیا۔

(۲) بھائیو! ہمارے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں توبہ کرو، ہم لذتوں میں پڑے تھے اور اصلاح سے بے خبر تھے۔

(۳)ہمیں دنیا کے اس گھر میں ضرور موت سے دوچار ہونا ہے، یہاں موت نے کسی عقلمند کے لیے کوئی خوشی نہیں چھوڑی۔

(۴)اے اولاد آدم! اپنے دین وایمان کی حفاظت کرو، بہت ضروری ہے کہ دین کو پس پشت نہ ڈالا جائے۔

(۵)اللہ پاک کی حمد بیان کرو جس نے تمہیں ایسے نبی سے عزت بخشی جنہوں نے تمہارے درمیان رہ کر نصیحت فرمائی۔

(۶)وہ عظیم نبی جن کے وسیلے سے اللہ کریم نے ہر بھلائی کا دروازہ کھول دیا اور تمہیں حاصل ہونے والی ہر خیر سے نوازا۔

(۷)وہ ایسے رسول ہیں جن کے تقویٰ ونیکی کے ساتھ سارے لوگوں کا موازنہ کیا جائے تو وہ ہلکے پڑ جائیں اور یہ غالب آجائیں۔

(۸)الغرض بلند رتبے کے سب سے بڑے حق دار رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں اور آپ ہی تعریف کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔

دوسری نشست: ولادتِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند:

حضرت سیِّدُنا ابو قتادہ انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں پیر شریف کے روزے کے بارے میں سوال ہوا تو ارشاد فرمایا: اسی دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر نبوت (یعنی وحی) کا نزول ہوا۔[1]

حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت پیر کے دن ہونے پر گویا علمائے کرام کا اجماع واتفاق ہے، حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور دیگر اصحاب کی یہی رائے ہے اور بعض سے یہ قول بھی منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت بروز جمعۃ المبارک ہوئی مگر یہ قول ساقط و مردود ہے (یعنی یہ قول معتبر نہیں بلکہ اہل علم نے اِسے ٹھکرا دیا ہے)۔

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام ابو جعفر محمد باقر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس معاملے میں توقف کرتے ہوئے فرمایا: ”اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔“ یہ اس لئے فرمایا کیونکہ آپ کو اس کے متعلق کوئی قابل اعتماد روایت نہیں ملی تھی لہٰذا آپ نے تقویٰ کے سبب اس معاملے میں توقف فرمایا۔ جہاں تک اکثریت کا تعلق ہے تو انہیں اس معاملے میں اپنے قول کے مطابق روایت مل گئی تھی، پھر یہ کہ حضرت سیِّدُنا امام باقر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا

1...مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شھر...الخ، ص ۴۵۵، حدیث: ۲۷۴۷

اکثریت کی موافقت کرنا بھی منقول ہے اور یہ بات تمام علمائے کرام کے فرمان کے موافق ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیر شریف کے دن پیدا ہوئے اور حضرت سیِّدُنا ابو قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی حدیث پاک اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کی ولادت پیر شریف کو دن کے وقت ہوئی جبکہ ایک روایت یہ ہے کہ آپ پیر کی طلوعِ فجر (صبح صادق) کے وقت پیدا ہوئے۔

نبی آخر الزماں کی بشارت اور نشانیاں:

ضعیف سند کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: مرظہران میں ایک عیص نامی شامی راہب رہتا تھا، وہ کہا کرتا تھا: اے اہلِ مکہ! عنقریب تم میں ایک ایسا بچہ پیدا ہو گا کہ پورا عرب اور عجم اس کی پیروی کرے گا اور وہ عجم کا بادشاہ ہو جائے گا، یہ اسی کا زمانہ ہے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ میں جو بھی بچہ پیدا ہوتا یہ اس کے متعلق پوچھا کرتا۔ پھر جب رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت کی صبح ہوئی تو حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عیص راہب کے پاس آئے اور اس کی عبادت گاہ کے پاس جا کر اسے آواز دی: اے عیص! اس نے پکار کر کہا: کون ہے؟ آپ نے کہا: عبد اللہ۔ اس نے جھانک کر آپ کو دیکھا تو کہا: تم اس بچے کے باپ بن گئے ہو جس کی پیدائش کے بارے میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ پیر کے دن پیدا ہو گا اور پیر کے دن مبعوث ہو گا اور پیر کے دن انتقال کرے گا وہ پیدا ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا: میرے ہاں صبح ہی بیٹا پیدا ہوا ہے۔ اس نے پوچھا: تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ آپ نے کہا: محمد۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! میری دلی تمنا تھی کہ وہ بچہ تمہارے گھرانے میں ہو، ہم اسے تین نشانیوں سے پہچانتے ہیں اور وہ ان نشانیوں کے ساتھ ہی آیا ہے، وہ نشانیاں یہ ہیں: (۱)... گزشتہ رات اُن کا تارہ طلوع کر چکا (۲)...وہ آج کے دن پیدا ہوا اور (۳)...اس کا نام محمد ہے۔ تم اس کے پاس جاؤ کیونکہ یہی وہ بچہ ہے میں جس کے بارے میں تم سے بیان کیا کرتا تھا۔

ایک روایت آپ کے رات کے وقت پیدا ہونے پر دلالت کرتی ہے اور سابقہ مجلس میں بہت سے آثار ایسے بیان ہوئے ہیں جن کے ذریعے اس پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔

مہرِ نبوت دیکھتے ہی بے ہوش:

حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے مروی ہے کہ مکہ میں ایک یہودی تجارت کیا کرتا تھا، جب رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیدائش والی رات آئی تو وہ بولا: اے گروہِ قریش! کیا آج رات تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ وہ بولے: ہمیں نہیں معلوم۔ تو اس نے کہا: آج رات اس آخری امت کا نبی پیدا ہوا ہے، اس کے دونوں کاندھوں کے درمیان ایک علامت ہے جس میں گھوڑے کی گردن کی طرح گھنے بال ہیں چنانچہ وہ لوگ اس یہودی کو لے کر حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی والدہ ماجدہ کے پاس آئے اور بولے: اپنے بیٹے کو ہمارے سامنے لاؤ۔ والدہ ماجدہ نے آپ کو انہیں دیا اور انہوں نے آپ کی پیٹھ سے کپڑا ہٹایا، اس یہودی نے جوں ہی اس اُبھرے ہوئے گوشت (مہر نبوت) کو دیکھا تو بے ہوش ہو کر گر پڑا، جب وہ ہوش میں آیا تو لوگوں نے اس سے کہا: تیرا ناس ہو! تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا: بخدا! بنی اسرائیل سے نبوت چلی گئی۔[1]

یہ حدیث پاک اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مقدس شانوں کے درمیان مہر نبوت کے ساتھ پیدا ہوئے تھے اور یہ آپ کی نبوت کی ان علامات میں سے ہے جس سے اہل کتاب آپ کو پہچانتے تھے اور اس کے متعلق پوچھا کرتے تھے اور اسے دیکھنے کا مطالبہ بھی کیا کرتے تھے۔

مروی ہے کہ ہِرَقْل بادشاہ نے تبوک کے مقام پر حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس اپنا قاصد بھیجا تھا تاکہ وہ آپ کی مہر نبوت کو دیکھ کر اسے خبر دے۔

اور حضرت سیِّدُنا ابو ذر غفاری و حضرت سیِّدُنا عتبہ بن عبد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِما حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کرتے ہیں کہ ”جن دو فرشتوں نے آپ کے مبارک سینے کو چاک کر کے اس میں حکمت بھری تھی انہی دونوں نے آپ کو ختم نبوت کی مہر لگائی تھی۔“[2] یہ حدیث حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے مروی حدیث پاک کے برخلاف ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ یہ مہر حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال شریف کے بعد آپ کے

---

1 ...مستدرک، کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیاء والمرسلین، باب رؤیۃ الیھودی شامۃ۔۔۔الخ، ۳/ ۴۹۷، حدیث: ۴۲۳۳

2 ...مسند احمد، مسند الشامیین، ۶/ ۲۰۲، حدیث: ۱۷۶۶۵

شانوں کے درمیان سے اٹھالی گئی تھی لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

انوکھی نشانیاں:

حضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت کے متعلق کچھ انوکھی وحیرت انگیز نشانیاں بھی بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ،

(1)......مروی ہے کہ حضرت سیِّدَتُنا آمنہ بنت وہب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ جب میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جنم دیا تو وہ دنیا میں عام بچوں کی طرح پیدا نہ ہوئے بلکہ آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا ہوا تھا اور سر آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے تھے۔

(2)......یہ بھی مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پیدائش کے وقت زمین پر تشریف لاتے ہی مٹی اپنی مٹھی میں لے لی تھی۔ اس پر بعض قیافہ شناسوں نے کہا کہ اگر شگون صحیح ہوا تو ضرور یہ بچہ اہل زمین پر غالب آجائے گا۔

(3)......یہ بھی مروی ہے کہ آپ کو ایک طشت کے سائے میں رکھا گیا جب اس طشت کو ہٹایا جاتا تو لوگ آپ کو آسمان پر نظریں جمائے ہوئے ہی پاتے تھے۔

پیدائشی ختنہ شدہ ناف بریدہ:

اس بارے میں روایات مختلف ہیں کہ آپ ختنہ شدہ پیدا ہوئے تھے یا نہیں؟ ایک روایت یہ ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔ حضرت سیِّدُنا امام حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اس کے متعلق روایات تواتر کے ساتھ مروی ہیں جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ آپ کے داداجان نے آپ کا ختنہ کیا۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس معاملے میں توقف فرمایا ہے۔ حضرت سیِّدُنا مروزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا گیا: کیا حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ختنہ شدہ پیدا ہوئے؟ انہوں نے فرمایا: ”اَللّٰہُ اَعْلَم یعنی اللہ پاک ہی بہتر جانتا ہے۔“ پھر آپ نے فرمایا: ”مجھے تو حقیقت کا پتا نہیں، البتہ ہمارے ساتھیوں میں سے حضرت ابو بکر عبد العزیز بن جعفر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بقول ایک روایت کے مطابق

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔" لیکن حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس حدیث پاک کی صحت بیان کرنے کے درپے نہ ہوئے۔

ولادت کا مہینہ اور دن کونسا تھا؟

حضور نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت باسعادت کے مہینے کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ایک قول ہے کہ آپ کی ولادت ماہِ رمضان میں ہوئی، یہ قول حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے جس کی سند صحیح نہیں۔ایک قول ہے کہ آپ کی ولادت ماہِ رجب میں ہوئی اور یہ بھی درست نہیں ہے اور ایک قول کے مطابق آپ کی ولادت ماہِ ربیع الاول میں ہوئی اور یہی لوگوں کے درمیان مشہور ہے حتّٰی کہ حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن جوزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور دیگر محدثین نے اس پر اتفاق واجماع نقل کیا ہے لیکن یہ جمہور علمائے کرام کا قول ہے۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ ولادت شریف مہینے کے کون سے دن ہوئی؟ بعض کا قول ہے کہ اس کی تعیین نہیں ہے، البتہ آپ کی ولادت ربیع الاول کے مہینے میں پیر کے دن ہوئی لیکن اس دن کا عدد معین نہیں کہ اس مہینے کا کونسا پیر تھا۔ جبکہ جمہور علمائے کرام کا موقف یہ ہے کہ اس ماہ کا دن معین ہے پھر ان میں بھی اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ جس دن آپ کی ولادت ہوئی تو دو راتیں گزری تھیں، ایک قول 8 راتوں کا ہے، ایک قول 10، ایک قول 12 اور ایک قول 17 اور ایک قول 18 راتوں کا ہے جبکہ ایک قول اس ماہ کی 8 راتوں کے باقی ہونے کا بھی ہے۔ان دونوں اقوال کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ دونوں قول چاہے جن کے بھی ہیں بالکل بھی درست نہیں ہیں، مشہور قول جمہور کا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضور تاجدار ختم نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت مبارکہ **پیر شریف کے دن ربیع الاول کی بارہ تاریخ** کو ہوئی۔ حضرت سیِّدُنا ابن اسحاق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور دیگر علمائے امت کا بھی یہی قول ہے۔

ولادتِ اَقدس کے سال کی تحقیق:

جہاں تک حضور نبی دوجہان، رحمت عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت کے سال کا تعلق ہے تو

اکثریت کی رائے یہ ہے کہ آپ واقعہ فیل کے سال پیدا ہوئے۔ یہ قول حضرت سیِّدُنا قیس بن مخرمہ اور حضرت سیِّدُنا قباث بن اشیم اور حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کا ہے اور حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے ایک روایت یہ ہے کہ "آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم واقعہ فیل والے دن ہی پیدا ہوئے۔" اس روایت کے بارے میں کہا گیا کہ یہاں راوی کو وہم ہو گیا جبکہ آپ سے درست قول یہ منقول ہے کہ "آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم واقعہ فیل والے سال پیدا ہوئے۔" بعض علمائے کرام نے اسی بات پر سب کا اتفاق نقل کیا اور فرمایا: اس کے مخالف ہر قول وہم ہے۔

مشہور قول یہ ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم واقعہ فیل کے 50 دن بعد پیدا ہوئے۔ ایک قول کے مطابق 55 دن بعد، ایک قول کے مطابق ایک مہینے بعد، ایک قول 40 دن بعد پیدا ہونے کا ہے، ایک قول 10 سال بعد کا ہے، ایک قول 23 سال بعد کا ہے، ایک قول 40 سال بعد کا ہے جبکہ ایک قول واقعۂ فیل سے 15 سال قبل کا بھی ہے۔ علمائے کرام کی اکثریت کے نزدیک یہ تمام اقوال وہم پر مشتمل ہیں اور ان میں سے بعض اقوال کی نسبت ان کی قائلین کی طرف درست نہیں ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن منذر حزامی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ہمارے علما میں سے کسی نے اس بات میں شک نہیں کیا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت واقعہ فیل کے سال ہوئی۔ حضرت سیِّدُنا خلیفہ بن خیاط رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اسی بات پر اجماع ہے۔ واقعہ فیل آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت کا پیش خیمہ اور آپ کے ظہور و بعثت کے لئے مقدمہ تھا، اللہ پاک نے اس واقعے کو اپنی کتاب میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ﴿۱﴾ اَلَمْ یَجْعَلْ كَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ﴿۲﴾ وَّ اَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ﴿۳﴾ تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ﴿۴﴾ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ﴿۵﴾

(پ۳۰، الفیل: ۱تا۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا کیا ان کا داؤں تباہی میں نہ ڈالا اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں (فوجیں) بھیجیں کہ انھیں کنکر کے پتھروں سے مارتے تو انھیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتی (بھوسہ)۔

"اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ" آیت طیبہ سے پتا چلتا ہے کہ مخاطب کو اس واقعہ کا

اچھی طرح علم تھا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ لوگوں کے درمیان مشہور و معروف تھا اور اس کا علم اہل عرب بالخصوص قریش اور اہل مکہ سے مخفی نہ تھا۔ چونکہ یہ معاملہ ان کے درمیان مشہور و معروف تھا اس لئے انہوں نے اس کے بارے میں جوشیلے اشعار بھی کہے۔

حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے ہاتھی چلانے والے اور اسے سدھانے والے کو اندھا دیکھا وہ مکے میں لوگوں سے کھانا مانگتے پھرتے تھے۔

واقعہ فیل اور فتح مکہ حقّانیت کی دلیل:

ہاتھی والے واقعہ میں وہ باتیں ہیں جو مکۂ مکرمہ کی تعظیم واحترام اور اس میں واقع بیتُ اللہ کے احترام پر دلالت کرتی ہیں اور اس کے بعد حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دنیا میں تشریف لانا آپ کی نبوت و رسالت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آپ کی بعثت اس گھر کی تعظیم، اس کے حج اور اس کی طرف رخ کرکے نماز ادا کرنے کے لئے ہوئی۔ یہ شہر حضور رحمت عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وطن ولادت تھا، جب آپ نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا تو انہوں نے آپ کو اذیتیں پہنچا کر اس سے نکلنے پر مجبور کردیا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پر کامیابی دلائی، آپ کو قوت وطاقت کے ساتھ مکۂ مکرمہ میں داخل فرمادیا اور آپ اس شہر والوں کے مالک بن گئے پھر ان پر احسان فرماتے ہوئے انہیں آزاد کردیا اور انہیں معاف فرمادیا۔

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس شہر مکہ پر اقتدار وملکیت حاصل ہونا اور آپ کے بعد آپ کی امت کو اس کا مالک بنایا جانا آپ کے نبیِٔ برحق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ جو مکۂ مکرمہ کو نقصان پہنچانا اور تباہ کرنا چاہتا تھا اللہ پاک نے اسے روکا پھر اس پر اپنے رسول اور اس کی امت کو غلبہ واقتدار دے دیا جیسا کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ پاک نے مکہ مکرمہ سے ہاتھی کو روکا اور اس پر اپنے رسول اور مومنوں کو اقتدار دے دیا۔[1]

1... بخاری، کتاب اللقطة، باب کیف تعرف لقطة اهل مكة، ۲/ ۱۲۲، حدیث: ۲۴۳۴

فتح مکہ کے روز عظمت کعبہ:

بے شک رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کی امت بیتُ اللہ کی تعظیم و تکریم اور احترام چاہتی تھی، اسی لیے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فتح مکہ والے دن اس شخص کا انکار فرمایا جس نے کہا تھا: ”آج کے دن کعبہ حلال کر دیا جائے گا (یعنی حرمت باقی نہیں رہے گی)۔“ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: ”آج کے دن کعبہ باعظمت ہو جائے گا۔“ [1] دورِ جاہلیت والوں نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم اور حضرت سیِّدُنا اسماعیل عَلَیْہِمَا السَّلَام کے دین میں شرک جاری کر کے اسے بدل ڈالا تھا اور بعض مناسکِ حج کو تبدیل کر دیا تھا چنانچہ اللہ پاک نے اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور اُن کی امت کو مکہ مکرمہ پر اقتدار عطا فرمایا تو انہوں نے کعبہ معظمہ کو ان تمام بُرائیوں سے پاک کر دیا اور ان کے دین کو حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے دینِ حنیف کی طرف پھیر دیا۔ حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں لوگوں کے لئے اپنے بیٹے حضرت سیِّدُنا اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ تعمیر کعبہ کے موقع پر دعا مانگی تھی کہ ”اللہ پاک ان میں وہ رسول بھیج دے جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرے، انہیں پاک کر کے کتاب و حکمت سکھائے۔“ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان اولادِ اسماعیل سے حضرت سیِّدُنا محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو انہی اوصاف کے ساتھ بھیج دیا اور آپ نے بیتُ اللہ اور اس کے اردگرد کو شرک سے پاک فرمایا اور ان لوگوں کو باطل دین سے حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے دینِ حنیف اور اس توحید کی طرف پھیر دیا جس کے لئے بیتُ اللہ کی تعمیر کی گئی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْــٴًـا وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْقَآىٕمِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ (پ۱۷، الحج: ۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جب کہ ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا ٹھکانا ٹھیک بتا دیا اور حکم دیا کہ میرا کوئی شریک نہ کر اور میرا گھر ستھرا رکھ طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع سجدے والوں کے لئے۔

بیتُ اللہ پر قرامطہ کا قبضہ:

جہاں تک بعد میں بیتُ اللہ پر قرامطہ کے قبضے کا تعلق ہے تو وہ لوگوں کو ان کے گناہوں کے سبب سزا کے

1 ...بخاری، کتاب المغازی، باب این رکز النبی الرایۃ یوم الفتح، ۳/ ۱۰۲، حدیث: ۴۲۸۰

لئے تھا اور قرامطہ نے خانہ کعبہ کو نہ منہدم کیا، نہ اسے نقصان پہنچایا اور نہ ہی لوگوں کو اس کے حج اور اس کی زیارت سے روکا جیسا کہ اصحاب فیل (یعنی ہاتھی والوں) کا ارادہ تھا کہ اگر وہ غلبہ پالیں گے تو خانہ کعبہ کو منہدم کریں گے اور لوگوں کو اس کے حج سے روک دیں گے۔ قرامطہ نے حجر اسود اور خانہ کعبہ کے دروازے کو اکھاڑا اور حاجیوں کو شہید کیا اور ان کے مال و اسباب لوٹے البتہ وہ لوگوں کو کلی طور پر حج سے نہ روک سکے اور نہ ہی مکمل طور پر کعبے کو منہدم کر پائے۔ پھر اللہ پاک نے انہیں ذلیل و رسوا کیا، ان کا پردہ چاک کیا اور ان کے راز فاش کر دیئے۔ جبکہ عظمت والا خانہ کعبہ تعظیم، زیارت، حج و عمرہ اور اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کے لیے اپنے حال پر باقی و قائم رہا۔ اللہ پاک کا شکر اور اُس کا کرم کہ ان چیزوں میں کوئی کمی نہیں آئی اور قرامطہ کا معاملہ زیادہ سے زیادہ یہ رہا کہ انہوں نے عراق سے حج کے لئے آنے والوں کو ڈرایا اور وہ چند سالوں تک بیتُ اللہ سے رُکے رہے پھر دوبارہ خانہ کعبہ آنے لگے۔ اللہ پاک جس آزمائش کے ساتھ چاہتا ہے ہمیشہ اپنے مومن بندوں کو آزماتا ہے لیکن اس کا دین قائم اور محفوظ ہے اور امتِ محمدیہ کا ایک گروہ ہمیشہ اس دین پر قائم رہے گا ، انہیں چھوڑنے والا انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا امر (یعنی قیامت) آجائے اور وہ ایسے ہی رہیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنز الایمان: چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے بُرا مانیں کافر وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچّے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے بُرا مانیں مشرک۔

(پ۲۸، الصف: ۸، ۹)

قربِ قیامت اور انہدامِ کعبہ:

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ غیبی خبر دی تھی کہ اس گھر (یعنی بیتُ اللہ) کا حج و عمرہ یاجوج وماجوج کے نکلنے کے بعد بھی کیا جاتا رہے گا[1] اور خانہ کعبہ اسی طرح رہے گا حتی کہ حبشی اسے تباہ کریں گے[1]

❶...بخاری، کتاب الحج، باب قول اللہ تعالیٰ جعل اللہ الکعبۃ البیت، ۱/ ۵۳۶، حدیث: ۱۵۹۳

اور اس کے پتھر سمندر میں ڈالیں گے اور ایسا اس وقت ہو گا جب اللہ پاک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو تمام مومنوں کی روحیں قبض کرلے گی، اس وقت روئے زمین پر کوئی مومن نہیں بچے گا[2] اور قرآن پاک سینوں اور مصاحف سے نکل جائے گا[3] چنانچہ زمین پر قرآن ہو گا نہ ایمان اور نہ ہی کوئی خیر باقی بچے گی، اس کے بعد قیامت قائم ہو گی اور قیامت بُرے لوگوں پر ہی آئے ہو گی۔[4]

بروز پیر پہلی وحی:

ماقبل حضور خاتم الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان گزرا کہ ” اسی دن مجھ پر نبوت (یعنی وحی) کا نزول ہوا “[5] یعنی آپ کی نبوت کا اعلان پیر شریف کے دن ہوا۔ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیر کے دن پیدا ہوئے اور پیر کے دن ہی آپ کی نبوت کا ظہور ہوا، مکہ مکرمہ سے ہجرت کرتے ہوئے پیر کے دن نکلے، پیر کے دن مدینہ منورہ میں داخل ہوئے، پیر کے دن وصال ظاہری ہوا اور آپ نے حجرِ اَسْوَد کو پیر کے دن ہی نصب فرمایا۔

حضرت سیِّدُنا ابن اسحاق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ذکر کیا کہ وحی کا نزول جمعہ کے دن ہوا جبکہ حضرت سیِّدُنا ابو قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی حدیثِ پاک اس قول کو رد کرتی ہے۔ پھر علمائے کرام کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ وحی کا آغاز کون سے مہینے میں ہوا؟ ایک قول ہے کہ رمضان المبارک میں ہوا، ایک قول رجب کے بارے میں ہے جو صحیح نہیں ہے، ایک قول ربیع الاول کے متعلق ہے اور ایک قول یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت کا ظہور آٹھ ربیع الاول کو پیر شریف کے دن ہوا۔

---

1 ...بخاری، کتاب الحج، باب ھدم الکعبۃ، ۱/ ۵۳۷، حدیث: ۱۵۹۶

2 ...التذکرۃ للقرطبی، باب العشر آیات التی تکون قبل الساعۃ... الخ، ص ۶۰۳

مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب لاتقوم الساعۃ حتی تعبد دوس ذا الخلصۃ، ص ۱۱۹۰، حدیث: ۷۲۹۹

3 ...معجم کبیر، ۹/ ۱۴۱، حدیث: ۸۶۹۸

4 ...ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب ذہاب القران والعلم، ۴/ ۳۸۴، حدیث: ۴۰۴۹

مسند احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۲/ ۱۳۲، حدیث: ۴۱۴۴

5 ...سنن الکبری للبیہقی، کتاب الصیام، باب من کرہ صوم الدھر... الخ، ۴/ ۴۹۴، حدیث: ۸۴۷۶

جہاں تک اسراء (یعنی معراج کی شب بیتُ اللہ شریف سے بیت المقدس تک کے سفر) کا تعلق ہے تو ایک قول کے مطابق وہ رجب میں ہوا اور کئی حضرات نے اس قول کو ضعیف کہا اور ایک قول ربیع الاول کے بارے میں ہے اور یہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم حربی وغیرہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْھِم کا قول ہے۔

جہاں تک آپ کے مدینہ منور جانے اور وصال شریف کا معاملہ ہے تو وہ دونوں ربیع الاول میں وقوع پزیر ہوئے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، البتہ اس مہینے کے دن کی تعیین میں اختلاف ہے۔

سب سے بڑی نعمت:

حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پیر شریف کے روزوں کے متعلق عرض کی گئی تو ارشاد فرمایا: یہ وہ دن ہے جس میں میری پیدائش ہوئی اور اسی دن مجھ پر نبوت (یعنی وحی) کا نزول ہوا۔[1]

اس فرمان عالی میں ایسے دنوں میں روزوں کے مستحب ہونے کی طرف اشارہ ہے جن میں اللہ پاک کی نعمتیں بندوں پر اترتی ہیں۔ بے شک اس امت پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بندوں کے لیے ظاہر فرمانا اور آپ کو اُن کی طرف بھیجنا ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۶۴)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے۔

کیونکہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو رسول بنا کر بھیجنا اس امت کے لیے آسمان، زمین، سورج، چاند، ہوا، رات اور دن کو پیدا کرنے، بارش برسانے اور سبزیاں اگانے وغیرہ تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے، بے شک یہ نعمت بنی نوع انسان کے ان افراد کو بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں عَلَیْہِمُ السَّلَام اور بارگاہِ الٰہی میں حاضری سے انکار کر بیٹھے تو انہوں نے نعمت الٰہی کو ناشکری سے بدل دیا۔

شکر نعمت کیلئے روزہ:

بلا شبہ حضور تاجدار ختم نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری کی نعمت سے دنیا و آخرت کے

---

1 ...مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شھر... الخ، ص ۴۵۵، حدیث: ۲۷۴۷
سنن الکبری للبیھقی، کتاب الصیام، باب من کرہ صوم الدھر... الخ، ۴/ ۴۹۴، حدیث: ۸۴۷۶

فوائد و منافع پورے ہوگئے اور اسی نعمت کے طفیل اللہ تبارک و تعالیٰ کا دین مکمل ہوا جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے پسند فرمایا اور اس دین کو قبول کرنا دنیا و آخرت میں لوگوں کی سعادت مندی کا سبب ہے۔ اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ ایسے دن کا روزہ رکھنا بہت اچھا ہے جس میں اللہ پاک کے بندوں پر اس کی نعمتیں نازل ہوتی ہیں اور اس کا تعلق نعمتیں نازل ہونے کے اوقات میں ان نعمتوں کے مقابلے پر شکر ادا کرنے کے ساتھ ہے۔ اس کی ایک مثال عاشوراء کے دن کا روزہ ہے کیونکہ اللہ کریم نے اس دن حضرت سیِّدُنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام کو ڈوبنے سے بچایا اور اسی میں حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور آپ کی قوم کو فرعون اور اس کے لشکر اور پانی میں غرق ہونے سے بچایا، پس حضرت سیِّدُنا نوح اور حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام نے شکرِ خداوندی میں روزے رکھے لہٰذا رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی اللہ پاک کے نبیوں کی متابعت میں روزے رکھے اور یہودیوں سے فرمایا "نَحْنُ اَحَقُّ بِمُوْسٰی مِنْکُمْ یعنی ہم تمہارے مقابلے میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے زیادہ حق دار ہیں۔"[1] چنانچہ آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن کا روزے رکھنے کا حکم بھی دیا۔

پیر و جمعرات کے روزے پر 5 فرامینِ مصطفٰے:

مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنا پسند فرماتے تھے۔[2] اس کے متعلق درج ذیل احادیث کریمہ ہیں:

(1)........حضرت سیِّدُنا اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پیر و جمعرات کے روزے کے متعلق بارگاہِ رسالت میں عرض کی تو حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِن دو دنوں میں ربُّ العٰلمین کی بارگاہ میں اعمال پیش ہوتے ہیں، مجھے پسند ہے کہ جب میرا عمل پیش کیا جائے تو میں روزے سے ہوں۔[3]

(2)........حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس بارے میں سوال ہوا تو ارشاد فرمایا: ان دنوں میں ہر مسلمان کو بخش دیا جاتا ہے سوائے آپس میں

1...مسلم، کتاب الصیام، باب صوم عاشوراء، ص۴۴۱، حدیث: ۲۶۵۸
بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب اتیان الیہود النبی حین قدم المدینة، ۲/ ۶۰۲، حدیث: ۳۹۴۳

2...مسند احمد، مسند السیدة عائشة، ۹/ ۳۷۷، حدیث: ۲۴۶۳۸

3...نسائی، کتاب الصیام، باب صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بابی ھو و امی... الخ، ص۳۸۷، حدیث: ۲۳۵۵

قطع تعلقی کرنے والوں کے۔ اللہ پاک فرماتا ہے: ان دونوں کو چھوڑ دو یہاں تک کہ دونوں صلح کرلیں۔[1]

(3)........ حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مرفوع روایت ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر اس بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ پاک کا شریک نہیں ٹھہراتا سوائے اُن دو کے جن کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے بغض و کینہ ہو۔ پس فرمایا جاتا ہے: ان دونوں کو مہلت دو حتی کہ یہ دونوں باہم صلح کرلیں۔[2]

(4)........ حضرت سیِّدُنا ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن اعمال اٹھائے جاتے ہیں پس مغفرت چاہنے والوں کی مغفرت ہو جاتی ہے اور دل میں دشمنی رکھنے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔[3]

(5)........ حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بنی آدم کے اعمال ہر جمعرات اور جمعہ کے شب پیش کیے جاتے ہیں پس قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا۔[4]

تابعی بزرگ کی آہ وزاری:

ایک تابعی بزرگ جمعرات کے دن اپنی اہلیہ کے سامنے رویا کرتے اور زوجہ بھی روتیں اور وہ فرمایا کرتے: آج ہمارے اعمال اللہ پاک کی بارگاہ میں پیش کیے جائیں گے، اے سجی ہوئی عورت کے سامنے اپنے عمل پر اترانے والے! عیبوں کا جاننے والا دیکھ رہا ہے۔ اے لمبی امیدوں کی وجہ سے ٹال مٹول کرنے والے شخص! تو کب تک ٹال مٹول کرے گا؟ زندگی بہت چھوٹی سی ہے۔

صُرُوْفُ الْحَتْفِ مُتْرَعَةُ الْكُؤُوْسِ تُدَارُ عَلَى الرّعَايَا وَالرُّؤُوْسِ

فَلَا تَتْبَعْ هَوَاكَ فَكُلُّ شَخْصٍ يَصِيْرُ اِلٰى بِلًى وَاِلٰى دُرُوْسِ

1 ...ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب صیام یوم الاثنین والخمیس، ۲/ ۳۴۴، حدیث: ۱۷۴۰

2 ...مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن الشحناء والتهاجر، ص ۱۰۶۴، حدیث: ۶۵۴۴

3 ...معجم کبیر، ۱۰/ ۱۰، حدیث: ۹۷۷۶، ترفع بدله تعرض

4 ...مسند احمد، مسند ابی هریرة، ۳/ ۵۳۲، حدیث: ۱۰۲۷۶

وَخَفْ مِنْ هَوْلِ يَوْمٍ قَمْطَرِيْرٍ مَخُوْفٍ شَرُّهٗ ضَنْكٍ عَبُوْسٍ

فَمَالَكَ غَيْرُ تَقْوَى اللهِ زَادًا وَفِعْلُكَ حِيْنَ تُقْبَرُ مِنْ اَنِيْسٍ

فَحَسِّنْهُ لِيُعْرَضَ مُسْتَقِيْمًا فَفِي الْاِثْنَيْنِ يُعْرَضُ وَالْخَمِيْسِ

ترجمہ: (۱)... حوادثِ زمانہ موت کے چھلکتے جام ہیں جو عوام اور حکمرانوں میں گردش کرتے ہیں۔(۲)... اپنی خواہش کے پیچھے نہ جاؤ کہ ہر آدمی نے آخر گل سڑ جانا ہے اور مِٹ جانا ہے۔(۳)... نہایت سخت اور ڈراؤنے دن کی ہولناکی سے ڈرو! جس کا شر بہت تنگ و تُرش ہے۔(۴)... خوفِ خُدا کے سوا کوئی توشہ تمہارے کام نہ آئے گا، قبر میں اعمال ہی تمہارے ساتھی ہوں گے۔(۵)... لہٰذا اعمال اچھے کرو تاکہ ٹھیک پیش کئے جائیں، یہ پیر اور جمعرات کے دن پیش کئے جاتے ہیں۔

تیسری نشست: نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وصال شریف کا بیان

وصالِ اقدس کی خبر خود ارشاد فرمائی:

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے منبر پر جلوہ افروز ہو کر ارشاد فرمایا: ایک بندے کو **اللہ** پاک نے اختیار دیا کہ وہ اسے دنیا کی اتنی تازگی عطا کرے جتنی وہ چاہے یا وہ عطا کرے جو اس کے پاس ہے تو اس بندے نے وہ اختیار کیا جو **اللہ** تعالیٰ کے پاس ہے۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ رونے لگے اور عرض کی: یا رسولَ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ پر ہمارے ماں باپ قربان۔ راوی کا بیان ہے کہ ہمیں اس پر تعجب ہوا، لوگ کہنے لگے: ان بزرگ کو دیکھو، رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو کسی بندے کے متعلق خبر دے رہے ہیں اُسے **اللہ** کریم نے اختیار دیا کہ اسے اس کی مرضی کے مطابق دنیا کی شادابی دے یا وہ عطا فرمائے جو **اللہ** پاک کے پاس ہے اور یہ اس پر فرما رہے ہیں کہ آپ پر ہمارے ماں باپ قربان؟ راوی فرتے ہیں: جس بندے کو اختیار دیا گیا وہ خود رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی تھے اور آپ کو حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہم سب سے زیادہ جانتے تھے۔[1]

سیدنا صدیق اکبر کی شان و عظمت:

حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اپنی صحبت اور اپنے مال کے لحاظ سے

1... بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی و اصحابه الی المدینة، ۲/ ۵۹۱، حدیث: ۳۹۰۴

لوگوں میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابو بکر ہیں، اگر میں زمین والوں میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا مگر ان سے اسلامی بھائی چارہ ہے اور ابو بکر کی کھڑکی کے علاوہ مسجد میں کھلنے والی تمام کھڑکیاں بند کر دو۔

جان لیجئے کہ حضرات انبیائے کرام، رسل عظام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور ان کے علاوہ ہر زندہ کے لئے موت لکھی ہوئی ہے، **اللہ** تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ارشاد فرمایا:

اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ (پ۲۳، الزمر: ۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَیْرِ فِتْنَةً ؕ وَ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۳۴، ۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کے لئے دنیا میں ہمیشگی نہ بنائی تو کیا اگر تم انتقال فرماؤ تو یہ ہمیشہ رہیں گے ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے جانچنے کو اور ہماری ہی طرف تمہیں لوٹ کر آنا ہے۔

نیز ایک مقام پر یوں فرمایا:

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْــٴًـا ؕ وَ سَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَ مَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَ مَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَ سَنَجْزِی الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۵﴾ (پ۴، اٰل عمران: ۱۴۴، ۱۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو اُلٹے پاؤں پھرے گا **اللہ** کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب **اللہ** شکر والوں کو صلہ دے گا اور کوئی جان بے حکم خدا مر نہیں سکتی سب کا وقت لکھا رکھا ہے اور جو دنیا کا انعام چاہے ہم اس میں سے اُسے دیں اور جو آخرت کا انعام چاہے ہم اس میں سے اُسے دیں اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو صلہ عطا کریں۔

روح و جسم کا ملاپ اور جدائی:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سیِّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زمین کی مٹی سے پیدا فرمایا اور ان میں اپنی طرف کی خاص روح پھونکی، آپ کے جسم مبارک میں آپ کی روح اور آپ کی اولاد کے جسموں میں اُن کی روحیں اس دنیا میں عارضی ہیں۔ **اللہ** تعالیٰ نے حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی اولاد کے متعلق یہ فیصلہ فرمایا کہ ان کے جسموں سے ان کی روحوں کو ضرور نکالا جائے گا اور جسموں کو اپنے مادۂ تخلیق یعنی مٹی کی طرف واپس لوٹایا جائے گا اور اس نے یہ وعدہ بھی فرمایا کہ جسموں کو زمین سے دوبارہ نکالا جائے گا پھر دوبارہ ان میں ہمیشہ کے لیے روحیں لوٹا دی جائیں گی اور پھر آخرت میں دوبارہ روحیں نکالنے کا معاملہ نہیں ہو گا۔

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

فِیۡهَا تَحۡیَوۡنَ وَفِیۡهَا تَمُوۡتُوۡنَ وَمِنۡهَا تُخۡرَجُوۡنَ ﴿۲۵﴾ (پ۸، الاعراف: ۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا اسی میں جیوگے اور اسی میں مَروگے اور اسی میں اٹھائے جاؤ گے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِیۡهَا نُعِیۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰی ﴿۵۵﴾ (پ۱۶، طٰہٰ: ۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

نیز یہ بھی فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ اَنۡۢبَتَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ یُعِیۡدُكُمۡ فِیۡهَا وَیُخۡرِجُكُمۡ اِخۡرَاجًا ﴿۱۸﴾

(پ۲۹، نوح: ۱۷، ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور **اللہ** نے تمہیں سبزے کی طرح زمین سے اگایا پھر تمہیں اسی میں لے جائے گا اور دوبارہ نکالے گا۔

زمین سے سبزہ اگا کر اور بارش کے ذریعے مردہ زمین کو زندگی دے کر ہمارے لیے اس دنیا میں یہ دلیل بیان کی گئی ہے کہ **اللہ** تعالیٰ مٹی سے اِسی طرح جسموں کو دوبارہ نکالے گا اور یوں ہی نکلنے کے بعد روحوں کو دوبارہ جسموں میں لوٹانے کی دلیل نیند کی حالت میں بندوں کی روح نکالنے اور جاگنے پر واپس لوٹانے سے سمجھائی گئی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الۡاَنۡفُسَ حِیۡنَ مَوۡتِہَا وَ الَّتِیۡ لَمۡ تَمُتۡ فِیۡ مَنَامِہَا ۚ فَیُمۡسِکُ الَّتِیۡ قَضٰی عَلَیۡہَا الۡمَوۡتَ وَ یُرۡسِلُ الۡاُخۡرٰۤی اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۴۲﴾ (پ۲۴، الزمر: ۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: **اللہ** جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں اُنہیں ان کے سوتے میں پھر جس پر موت کا حکم فرمادیا اُسے روک رکھتا ہے اور دوسری ایک میعاد مقرر تک چھوڑ دیتا ہے بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لئے۔

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ایک بار جب سفر میں نمازِ فجر رہ گئی اور سب سوتے رہے تو حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے ارشاد فرمایا: اے لوگو! یہ روحیں بندوں کے جسموں میں عارضی ہیں، **اللہ** پاک جب چاہتا ہے انہیں قبض فرمالیتا ہے اور جب چاہتا ہے لوٹا دیتا ہے۔[1]

روح تمہارے پاس عارضی ہے:

اِسۡتَعِدِّیۡ لِلۡمَوۡتِ یَا نَفۡسُ وَاسۡعٰی لِلنَّجَاۃِ فَالۡحَازِمُ الۡمُسۡتَعِدُّ
قَدۡ تَیَقَّنۡتُ اَنَّہٗ لَیۡسَ لِلۡحَیِّ خُلُوۡدٌ وَ لَا مِنَ الۡمَوۡتِ بُدُّ
اِنَّمَا اَنۡتَ مُسۡتَعِیۡرَۃٌ مَا سَوۡ فَ تَرُدِّیۡنَ وَ الۡعَوَارِیۡ تُرَدُّ

ترجمہ: (۱)...اے نفس! مرنے کے لیے تیار رہ اور نجات پانے کے لیے کوشش کر کہ دور اندیش تیار رہتا ہے۔(۲)...مجھے یقین ہے کہ کسی بھی زندہ کے لئے یہاں ہمیشگی نہیں ہے اور نہ ہی موت سے کوئی چھٹکارا ہے۔(۳)...بے شک تیرے پاس یہ روح عارضی شے ہے جو عنقریب تجھے واپس کرنی ہے اور عارضی چیز واپس کرنی ہی پڑتی ہے۔

کسی اور شاعر نے یہ کہا ہے:

فَمَا اَہۡلُ الۡحَیَاۃِ لَنَا بِاَہۡلٍ وَ لَا دَارُ الۡفَنَاءِ لَنَا بِدَارِ
وَ مَا اَمۡوَالُنَا وَ الۡاَہۡلُ فِیۡہَا وَ لَا اَوۡلَادُنَا اِلَّا عَوَارِیۡ
وَ اَنۡفُسُنَا اِلٰی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ سَیَاۡخُذُہَا الۡمُعِیۡرُ مِنَ الۡمُعَارِ

ترجمہ: (۱)...یہ ہمارے اہل وعیال ہمارے نہیں رہنے والے اور نہ ہی فنا کا گھر (یعنی دنیا) ہمارا گھر رہنے والا ہے۔(۲)...دنیا میں

1...مسند بزار، مسند ابی حمزۃ انس بن مالک، ۱۴/ ۴۲، حدیث: ۷۴۷۴

ہمارا مال، ہمارے گھر والے اور ہماری اولادیں سب عاریت یعنی عارضی ہیں۔(۳)... اور ہماری جانیں جلد موت کی نذر ہونے والی ہیں، دینے والا عنقریب یہ سب واپس لے لے گا۔

روح تکلیف کے ساتھ کیوں نکلتی ہے؟

جسم وروح کی جدائی بڑی تکلیف کے بعد ہوتی ہے جس کا ذائقہ جسم وروح دونوں ہی چکھتے ہیں، کیونکہ روح کا اس جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور وہ اس سے مانوس ہوتی ہے اور روح کی جسم سے انسیت، اس کا جسم سے ملنا اور اس میں داخل ہونا انتہائی شدت کے ساتھ ہوتا ہے یہاں تک کہ دونوں شے واحد کی طرح ہو جاتے ہیں اسی لئے ان کی جدائی انتہائی شدت اور بڑی تکلیف کے بعد ہی ہوتی ہے اور انسان نے اپنی زندگی میں ایسا درد کبھی محسوس نہ کیا ہوگا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے درج ذیل فرمان میں اسی طرف اشارہ ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۸۵)　ترجمۂ کنزالایمان: ہر جان کو موت چکھنی ہے۔

حضرت سیِّدُنا ربیع بن خثیم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اس موت کا ذکر کثرت سے کرو کیونکہ تم نے اس جیسا ذائقہ پہلے نہیں چکھا۔

مرنے والے پر مزید سختیاں:

موت کے آجانے کا احساس ہونے کے بعد تکلیف اور بڑھ جاتی ہے کیونکہ روح نکلنے کے بعد جسم ایک سڑی ہوئی لاش ہو جاتا ہے جسے کیڑے مکوڑے کھاتے ہیں اور مٹی اسے بوسیدہ کر دیتی ہے حتّٰی کہ وہ دوبارہ مٹی بن جاتا ہے اور جب روح جسم سے جدا ہوتی ہے تو اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا ٹھکانا کیا ہے جنت ہے یا دوزخ؟ پس اگر وہ مرتے دم تک گناہوں پر اڑا ہوا تھا تو بسا اوقات مرنے والے کو یہ غالب گمان ہوتا ہے کہ اس کی روح جہنم میں جائے گی، لہٰذا اس کی حسرت اور تکلیف مزید بڑھ جاتی ہے اور کبھی اس تکلیف کے ساتھ ساتھ اس پر اس کا جہنمی ٹھکانا ظاہر کیا جاتا ہے اور وہ اسے دیکھ لیتا ہے یا اسے اس ٹھکانے کی خبر دی جاتی ہے تو موت کی تکلیف اور عظیم غم کے علاوہ بُرے ٹھکانے کا علم بھی اسے تکلیف دیتا ہے اور کثیر اسلاف کی تفسیر کے مطابق درج ذیل فرمانِ باری تعالیٰ سے یہی مراد ہے:

وَ الْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ۙ (پ۲۹، القیمۃ: ۲۹)　ترجمۂ کنزالایمان: اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔

موت کی کیفیت کو سکرات کہنے کی وجہ:

مرنے والے کو موت کی سختی کے ساتھ ساتھ دنیا چھوٹنے کی حسرت بھی ہوگی۔ اس کے برے حال کے بارے میں مت پوچھو۔ اللہ تعالیٰ نے اسے "سَکْرَۃ (یعنی سختی)" کا نام دیا ہے کیونکہ موت کی دردناکی کے ساتھ جمع ہونے والی تکالیف مرنے والے کو مدہوش کر دیتی ہیں جس سے اکثر اس کی عقل چلی جاتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ (پ۲۶، قٓ:۱۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ۔

ایک شاعر سمجھاتا ہے:

اَلَا لِلْمَوْتِ كَاْسٌ اَیُّ كَاْسٍ وَ اَنْتَ لِكَاْسِهٖ لَا بُدَّ حَاسِیْ
اِلٰی كَمْ وَ الْمَمَاتُ اِلٰی قَرِيْبٍ تُذَكَّرُ بِالْمَمَاتِ وَ اَنْتَ نَاسِیْ

ترجمہ: خبردار موت کا ایک پیالہ ہے وہ پیالہ چاہے جیسا بھی ہو، تم ضرور اس پیالے سے گھونٹ پیو گے۔ تمہیں کب تک موت کی یاد دلائی جاتی رہے گی حالانکہ موت قریب ہے اور تم اسے بھلائے ہوئے ہو۔

لذتوں کو ختم کرنے والی:

حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے موت کو کثرت سے یاد کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا: "لذتوں کو ختم کرنے والی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔"(1)

ایک بار حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا گزر ایک مجلس کے پاس سے ہوا جس میں ہنسی کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں، آپ نے ارشاد فرمایا: "اپنی مجلسوں میں لذتوں کو بے مزہ کرنے والی موت کو بھی شامل کر لو۔"(2)

موت کو یاد رکھنے کے فائدے:

موت کو بکثرت یاد رکھنے میں بہت سے فوائد ہیں، بعض یہ ہیں کہ یہ موت آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنے پر ابھارتا، امید کو کم کرتا، تھوڑی روزی پر مطمئن کرتا، دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف مائل کرتا، دنیاوی مصیبتوں کو ہلکا و آسان کرتا اور ناشکری، تکبر اور لذاتِ دنیا کی کثرت سے روکتا ہے۔

1 ...ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی ذکر الموت، ۴/ ۱۳۸، حدیث: ۲۳۱۴

2 ...موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب ذکر الموت، ۵/ ۴۲۳، حدیث: ۹۵

صحائف موسیٰ کی عبرت انگیز باتیں:

حضرت سیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ”حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے صحیفے تمام کے تمام عبرت انگیز باتوں پر مشتمل تھے (مثلاً): ”مجھے اس پر تعجب ہے جسے موت کا یقین ہے پھر بھی وہ خوش ہوتا ہے، میں اس پر حیران ہوں جو جہنم پر یقین رکھتا ہے پھر بھی ہنستا ہے، مجھے اس پر حیرانی ہے جسے تقدیر کا یقین ہے پھر بھی خود کو تھکاتا ہے اور مجھے اس پر تعجب ہے جو دنیا اور دنیا داروں پر دنیا کا پلٹنا دیکھتا رہتا ہے پھر بھی اس سے مطمئن ہوتا ہے۔“[1] مروی ہے کہ سورہ کہف کی آیت نمبر 82 میں جو دولڑکوں کے خزانے کا ذکر ہے دراصل وہ ایک سونے کی تختی تھی اور اس پر بھی یہ نصیحت لکھی ہوئی تھی۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے فرمایا: ”بے شک موت نے اہلِ نعمت کی نعمتوں میں فساد برپا کر دیا ہے، لہٰذا تم وہ زندگی طلب کرو جس میں موت نہ ہو۔“ اور آپ ہی نے فرمایا: ”موت نے دنیا کو ایسا رسوا کیا کہ کسی عقلمند کے لئے اس میں کوئی خوشی نہیں چھوڑی۔“

ایک بزرگ نے فرمایا: موت کی یاد نے پوری زندگی کی لذت اور تمام نعمتوں کا چین ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگے پھر فرمایا: کیا بات ہے اُس گھر کی جس میں موت نہیں۔

اُذْکُرِ الْمَوْتَ ھَاذِمَ اللَّذَّاتِ   وَتَھَیَّاْ لِمَصْرَعٍ سَوْفَ یَاْتِیْ

ترجمہ: موت کو یاد کرو جو لذتوں کو ختم کرنے والی ہے اور اس موت کے لئے تیاری کرو جو عنقریب آنے والی ہے۔

ایک شاعر نے یوں نصیحت کی ہے:

یَا غَافِلَ الْقَلْبِ عَنْ ذِکْرِ الْمَنِیَّاتِ   عَمَّا قَلِیْلٍ سَتُلْقٰی بَیْنَ اَمْوَاتِ
فَاذْکُرْ مَحَلَّكَ مِنْ قَبْلِ الْحُلُوْلِ بِہٖ   وَ تُبْ اِلَی اللّٰہِ مِنْ لَھْوٍ وَ لَذَّاتِ
اِنَّ الْحِمَامَ لَہٗ وَقْتٌ اِلٰی اَجَلٍ   فَاذْکُرْ مَصَائِبَ اَیَّامٍ وَ سَاعَاتِ
لَا تَطْمَئِنَّ اِلَی الدُّنْیَا وَ زِیْنَتِھَا   قَدْ اٰنَ لِلْمَوْتِ یَا ذَا اللُّبِّ اَنْ یَاْتِیْ

ترجمہ: (۱)...اے موت کی یاد سے غافل دل! تھوڑے ہی عرصہ میں تو مُردوں کے درمیان ہوگا۔

1...ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب ماجاء فی الطاعات وثوابها، ۱/ ۲۸۸، حدیث: ۳۶۲

(۲)...اپنے اُخروی ٹھکانے میں پہنچنے سے پہلے ہی اُسے یاد رکھ اور فضولیات ولذتوں کو چھوڑ کر اللہ تعالٰی کی طرف رجوع کر۔

(۳)...موت کے لئے ایک وقت مقرر ہے لہٰذا تو دنوں اور گھڑیوں کی مصیبتوں کو یاد رکھ۔

(۴)...اے عقلمند! دنیا اور اس کی زینت وآرائش پر مطمئن نہ ہو کہ اب موت آیا ہی چاہتی ہے۔

بارگاہِ الٰہی میں کھڑے ہونے کا ڈر:

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: دو چیزوں نے میری دنیا کی لذت ختم کر دی: (۱) موت کی یاد اور (۲) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور کھڑے ہونے کا ڈر۔

وَ کَیْفَ یَلَذُّ الْعَیْشَ مَنْ کَانَ مُوْقِنًا   بِاَنَّ الْمَنَایَا بَغْتَۃً سَتُعَاجِلُه

وَ کَیْفَ یَلَذُّ الْعَیْشَ مَنْ کَانَ مُوْقِنًا   بِاَنَّ اِلٰهَ الْخَلْقِ لَا بُدَّ سَائِلُه

ترجمہ: (۱)...اسے زندگی کا مزہ کیسے آسکتا ہے جسے یقین ہو کہ اُسے بہت جلد اور اچانک موت آجائے گی۔

(۲)...اور وہ زندگی کا لطف کیسے اٹھا سکتا ہے جسے یقین ہو کہ ساری مخلوق کا معبود اس سے ضرور حساب لے گا۔

نصیحت کے لئے موت کافی ہے:

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے فرمایا: نصیحت کے لئے موت اور جدائی ڈالنے کے لیے زمانہ کافی ہے، آج گھروں میں ہیں تو کل قبروں میں ہوں گے۔

اُذْکُرِ الْمَوْتَ وَ لَازِمْ ذِکْرَهُ   اَنَّ فِی الْمَوْتِ لِذِی اللُّبِّ عِبَرْ

وَ کَفٰی بِالْمَوْتِ فَاعْلَمْ وَاعِظًا   لِمَنِ الْمَوْتُ عَلَیْهِ قَدْ قُدِرْ

ترجمہ: (۱)...موت کو یاد کرو اور اس کا ذکر لازم کر لو کیونکہ موت میں عقلمند کے لئے عبرت ہے۔

(۲)...جان لو کہ جس کے لیے موت لکھی جا چکی اُسے نصیحت کے لیے موت ہی کافی ہے۔

لمبی امید موت سے غافل کرتی ہے:

موت کا آنا طے شدہ ہے اس کے باوجود انسان کا موت سے غافل ہونا تعجب خیز ہے اور اس کا سبب لمبی امید ہے۔ شاعر کہتے ہیں:

كُلُّنَا فِیْ غِفْلَةٍ وَ الْمَـ وْتُ يَغْدُوْ وَ يَرُوْحُ

لِبَنِی الدُّنْيَا مِنَ الْمَـ وْتِ غَبُوْقٌ وَ صَبُوْحُ

سَيَصِيْرُ الْمَرْءُ يَوْمًا جَسَدًا مَا فِيْهِ رُوْحُ

بَيْنَ عَيْنَیْ كُلِّ حَیٍّ عَلَمُ الْمَوْتِ يَلُوْحُ

نُحْ عَلٰی نَفْسِكَ يَا مِسْكِـ يْنُ اِنْ كُنْتَ تَنُوْحُ

لَتَمُوْتَنَّ وَ لَوْ عُمِّـ رْتَ مَا عُمِّرَ نُوْحُ

ترجمه:(۱)...ہم سب غفلت میں ہیں جبکہ موت صبح شام آرہی ہے۔(۲)...دنیاوالوں کو موت کا جام صبح بھی پینا ہے اور شام بھی۔(۳)...عنقریب کسی دن آدمی بے روح کا جسم رہ جائے گا۔(۴)...ہر زندہ شخص کی آنکھوں کے درمیان موت کا نشان چمک رہا ہے۔(۵)...اے مسکین! اگر تجھے رونا ہی ہے تو اپنی جان پر رو (۶)...اگرچہ تو حضرت سیِّدُنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام جتنی عمر پالے تب بھی تجھے ضرور مرنا ہے۔

انبیاء کرام کو موت کی پیشگی اطلاع:

چونکہ موت کی بہت زیادہ سختی اور مشقت کی وجہ سے طبیعت اِسے ناپسند کرتی ہے لہذا ہر نبی عَلَیْہِ السَّلَام کو وصال سے پہلے اختیار دیا جاتا ہے اور اسی لئے مؤمن کو موت دینے میں تردد واقع ہوا، جیسا کہ حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ”میں کسی کام کے کرنے میں کبھی اس طرح تردد نہیں کرتا جس طرح جانِ مومن قبض کرتے وقت تردد کرتا ہوں کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے مکروہ سمجھنے کو بُرا جانتا ہوں۔“ حالانکہ موت بھی اس کے لیے ضروری ہے۔[1]

موت کو کیسا پایا؟

حضرت سیِّدُنا ابنِ اَبی مُلَیکہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی

1...بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ۴/ ۲۴۸، حدیث: ۶۵۰۲

نوادر الاصول، الاصل الرابع والستون والمائة، ۱/ ۶۴۲، حدیث: ۸۹۹، عن انس

روح قبض کی گئی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: تم نے موت کو کیسا پایا؟ آپ نے عرض کی: گویا کہ وہ ایک جھلی تھی جسے کھینچا گیا۔ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: حالانکہ ہم نے تمہارے لئے موت کو آسان کیا تھا۔

حضرت سیِّدُنا ابو اسحاق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے کہا گیا: آپ نے موت کا ذائقہ کیسا پایا؟ آپ نے کہا: میں نے خود کو چڑیا کی مانند پایا۔ جس طرح مڑے ہوئے دندان والی لوہے کی سلاخ کو روئی میں رکھ کر کھینچ لیا جائے۔ ارشاد ہوا: جبکہ ہم نے تم پر موت کو آسان کیا تھا۔

سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا خوف:

روایت ہے کہ حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو موت یاد آتی تو آپ کی جلد سے خون ٹپکنے لگتا تھا، آپ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے حواریوں سے فرماتے تھے: اللہ پاک سے دعا کرو کہ وہ مجھ پر موت کو آسان فرمائے کیونکہ مجھے موت کا خوف ایسا ہے کہ لگتا ہے یہ خوف ہی مجھے مار ڈالے گا۔

زندہ رہنے کی آس کیوں رکھیں؟ جبکہ ہر نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دُنیا سے رخصتی ہے، ہلاکتوں کے حملے سے بے خوف کیسے رہیں؟ جبکہ دوست اور پیارے بھی نہ بچ سکے، ہائے افسوس! ہائے افسوس!۔

قَدْ مَاتَ کُلُّ نَبِیٍّ وَ مَاتَ کُلُّ نَبِیْہٖ
وَ مَاتَ کُلُّ شَرِیْفٍ وَ عَاقِلٍ وَ سَفِیْہٖ
لَا یُوْحِشَنَّکَ طَرِیْقٌ کُلُّ الْخَلَائِقِ فِیْہٖ

ترجمہ: ہر نبی کا وصال ہوا اور، ہر ہوشیار کو موت آئی۔ ہر معزز، ہر عقل مند اور ہر بے وقوف کا انتقال ہوا۔ اُس راستے (یعنی موت کی وادی) سے نہ ڈرو جس پر ہر مخلوق کا گزر ہے۔

وقتِ رخصت:

جانِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو عمرِ مبارک کے اختتام اور وقتِ رخصت کے متعلق سورۂ نصر کے ذریعے ارشاد فرمایا گیا۔ کسی نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے پوچھا: کیا رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو علم تھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دُنیا سے کب پردہ فرمائیں گے؟ حضرت سیِّدُنا

ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ہاں۔ اُس نے پوچھا: پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے وصال شریف کے متعلق کیسے معلوم ہوا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے وصال کی علامت اس سورت کو بنایا تھا:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۙ﴿۱﴾ (پ۳۰، الفتح: ۱) ترجمۂ کنزالایمان: جب اللہ کی مدد اور فتح آئے۔

فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔

وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ﴿۲﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں۔ (پ۳۰، الفتح: ۲)

(حضرت سیّدُنا عبدُ اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا) یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال کی علامت ہے آپ اپنے وصال شریف کی خبر حضرت سیّدَتُنا فاطمہ زہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو دے چکے تھے۔

سورت کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)! جب اللہ پاک تمہیں شہروں پر غلبہ عطا فرمائے اور جس دین کی تم نے لوگوں کو دعوت دی لوگ اس میں فوج در فوج آئیں تو حمد اور استغفار کرتے ہوئے ہماری ملاقات کے لئے تیار ہو جاؤ کیونکہ جو پیغام الٰہی پہنچانے اور تبلیغ کرنے کا تمہیں حکم فرمایا گیا تھا اُس کا مقصد پورا ہو چکا ہے اور ہمارے پاس جو ہے وہ آپ کے لئے دنیا سے بہتر ہے، لہٰذا ہمارے پاس آنے کے لئے تیاری کر لو۔

حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: سورۃ النصر کے ذریعے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے وصال شریف کی خبر دی گئی تو اس کے بعد پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُخروی معاملے میں بہت زیادہ مجاہدہ فرمانے لگے۔

عبادت میں اضافہ:

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس قدر عبادت کرتے رہے کہ جسمِ نازنین بہت کمزور ہو گیا، آپ ہر سال حضرت سیّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو ایک مرتبہ قرآن پاک سنایا کرتے تھے لیکن اُس سال دو مرتبہ قرآنِ پاک سُنایا، یونہی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرے (دس دِنوں) کا اعتکاف کیا کرتے تھے لیکن اس سال 20 دنوں کا اعتکاف کیا اور ذکر اللہ و استغفار کی کثرت کرنے لگے۔

ذِکرُاللہ کی کثرت:

اُمُّ المؤمنین حضرت سیّدَتُنا ام سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں: رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حیاتِ ظاہری کے آخری زمانے میں اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، آتے جاتے ہر وقت پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم "سُبْحٰنَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ" کا وِرد فرماتے تھے، میں نے بارگاہِ رسالت میں یہ بات عرض کی تو ارشاد فرمایا: "مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔" پھر پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہی سورۃ النصر تلاوت فرمائی۔[1]

اُمُّ المؤمنین حضرت سیّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ شہنشاہِ بحر و بر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے وصال شریف سے پہلے کثرت سے "سُبْحٰنَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہ" کا وِرد فرماتے تھے۔ میں نے بارگاہِ رحمت میں عرض کی: آپ وہ دُعا پڑھ رہے ہیں جو آج سے پہلے نہ پڑھتے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا: "میرے رب نے مجھے خبر دی ہے کہ عنقریب میں اپنی امت میں نشانی دیکھوں گا اور جب اس نشانی کو دیکھوں تو اللہ پاک کی حمد اور اس سے استغفار کروں اور میں نے وہ نشانی دیکھ لی ہے۔" پھر معلّمِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہی سورت تلاوت فرمائی۔[2]

ہم گناہ گاروں کو نصیحت:

جب سَیِّدُ الْمُحْسِنِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد ہوا کہ اپنے اعمال کا اختتام نیکیوں پر کریں تو ہم جیسے گناہوں میں لتھڑے ہوئے گنہگار سیاہ کار کا کیا حال ہو گا جسے پاکیزگی کی بہت حاجت ہے؟ جسے کسی اشارے نے موت کے قریب ہونے سے نہ ڈرایا اُسے بڑھاپے نے ضرور ڈرایا، اُسے دوستوں کی موت نے ضرور ڈرایا۔

کَفٰی مُؤْذِنًا بِاقْتِرَابِ الْاَجَلِ شَبَابٌ تَوَلّٰی وَ شَیْبٌ نَزَل
وَ مَوْتُ اللَّذَاذَۃِ ھَلْ بَعْدَہٗ بَقَاءٌ یُؤَمِّلُہٗ مَنْ عَقَل
اِذَا ارْتَحَلَتْ قُرَنَاءُ الْفَتٰی عَلٰی حُکْمِ رَیْبِ الْمَنُوْنِ ارْتَحَل

---

1 ...تفسیر طبری، پ ۳۰، النصر، تحت الایۃ: ۳، ۱۲/ ۷۳۱، حدیث: ۳۸۲۴۸

2 ...مسلم، کتاب الصلاۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود، ص ۱۹۸، حدیث: ۱۰۸۶، ۱۰۸۸، بتغیر قلیل

ترجمہ: گزرتی جوانی اور آتا بڑھاپا موت کے قریب ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ کیا لذتوں کے خاتمے کے بعد کوئی عقل مند زندگی کی امید رکھ سکتا ہے؟ جب حوادث زمانہ کے ریلے میں آدمی کے ساتھی کُوچ کر جائیں تو وہ خود بھی تیاری کر لے۔

فرشتے کی ندا:

حضرت سیِّدُنا وہیب بن ورد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: **اللہ** پاک کا ایک فرشتہ ہر دن اور رات آسمان سے پچاس سال والوں کو پکارتا ہے: وہ کھیتی جس کی کٹائی قریب آچکی۔ ساٹھ سال والوں کو پُکارتا ہے: حساب دینے کے لئے آؤ۔ ستر سال والوں کو پُکارتا ہے: تم نے کیا آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا؟ اور اَسّی سال والوں کو پکارتا ہے: تمہارے پاس کوئی عذر نہیں بچا۔ حضرت سیِّدُنا وہب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: پُکارنے والا پُکارتا ہے: ساٹھ سال والو! خود کو مُردوں میں شمار کرو۔

سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اللہ** پاک نے اس شخص کے لئے کوئی عذر باقی نہیں رکھا جس کی موت پیچھے رکھی کہ وہ 60 سال کو پہنچ گیا۔ (1)

ایک دوسری حدیث پاک میں ہے کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو ندا دی جائے گی: "ساٹھ سال والے کہاں ہیں۔" یہ وہ عمر ہے جس کے بارے میں **اللہ** پاک نے ارشاد فرمایا:

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا یَتَذَكَّرُ فِیْهِ مَنْ تَذَكَّرَ (پ۲۲، فاطر: ۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا۔ (2)

امتِ محمدیہ کے افراد کی عمریں:

ایک حدیثِ پاک میں ہے، رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "میرے امتیوں کی عمریں 60 سے 70 کے درمیان ہیں اور اس سے زیادہ عمر والے ان میں بہت تھوڑے ہوں گے۔" (3)

1...بخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنة... الخ، ۴/ ۲۲۴، حدیث: ۶۴۱۹

2...معجم کبیر، ۱۱/ ۱۴۲، حدیث: ۱۱۴۱۵

3...ترمذی، کتاب الدعوات، باب ۱۰۱، ۵/ ۳۲۳، حدیث: ۳۵۶۱

حدیث شریف میں آتا ہے: " موتوں کا اکھاڑا ساٹھ سے ستر کے بیچ ہے۔"[1]

حدیثِ پاک میں فرمایا گیا: "ہر شے کی کٹائی کا ایک وقت ہوتا ہے اور میری امت کی کٹائی کا وقت ساٹھ سے ستر کے درمیان ہے۔"[2] اور عمر مبارک کے اسی حصے میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دُنیا سے پردہ فرمایا۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جو جانِ جہان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی (ظاہری) عمر کو پہنچ گیا وہ اپنے لئے کفن تیار رکھے۔

وَ اِنَّ امْرَأً قَدْ سَارَ سِتِّیْنَ حَجَّةً اِلٰی مَنْهَلٍ مِنْ وُرْدِهٖ لَقَرِیْبُ

ترجمہ: بلاشبہ جو آدمی منزل کی طرف ساٹھ سال سفر کر چکا وہ جلد ہی (موت کے) گھاٹ اُترنے والا ہے۔

فضیل بن عیاض عَلَیْہِ الرَّحمہ کی نصیحت:

حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ایک شخص سے پوچھا: تمہاری عمر کتنی ہے۔ عرض کی: ساٹھ سال۔ آپ نے فرمایا: تم ساٹھ سال سے اپنے رب کی بارگاہ کی طرف جا رہے ہو اب بس پہنچنے ہی والے ہو۔ وہ بولا: انا للہ و انا الیہ راجعون (ہم اللہ کے ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے)۔ حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: جس نے جان لیا کہ وہ اللہ پاک کا بندہ ہے اور اسی کی طرف اس نے جانا ہے تو اسے یہ بھی جان لینا چاہئے کہ اسے ٹھہرایا جائے گا اور باز پُرس ہوگی، لہٰذا وہ جواب تیار کرلے۔ اس شخص نے عرض کی: پھر بچت کیسے ہوگی؟ فرمایا: بہت آسان طریقہ ہے۔ عرض کی: وہ کیا ہے؟ فرمایا: جو بچ گئی ہے اُسے اچھا کرلو تو جو گزر گئی ہے وہ بھی معاف ہو جائے گی اور اگر بچی زندگی میں بُرائی رکھی تو سب اگلی پچھلی پہ پکڑ ہوگی۔

خُذْ فِیْ جِدٍّ فَقَدْ تَوَلّٰی الْعُمُرُ کَمْ ذَا التَّفْرِیْطُ قَدْ تَدَانِی الْاَمْرُ

اَقْبِلْ فَعَسٰی یُقْبَلُ مِنْكَ الْعُذْرُ کَمْ تَبْنِی، کَمْ تَنْقُضُ، کَمْ ذَا الْغَدْرُ

ترجمہ: سنجیدہ ہو جا کہ عمر گزر گئی ہے، آخر یہ کوتاہی کب تک چلے گی؟ معاملہ قریب آگیا ہے، بارگاہِ الٰہی میں لوٹ آ! بہت امید ہے کہ تیرا عذر مان لیا جائے گا، تُو کس قدر بنائے گا اور توڑے گا؟ آخر کب تک بے وفائی کرے گا؟!

1 ...مسند ابی یعلی، مسند ابی ھریرۃ، ۵/ ۴۸۸، حدیث: ۶۵۱۲

2 ...ابن عساکر، رقم ۵۲۴۷، ابو حفص عمر بن عبید اللہ، ۴۵/ ۲۸۵، حدیث: ۹۸۷۹

وصالِ ظاہری کی خبر:

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی عمر مبارک کے آخری حصے میں اپنا وصال قریب ہونے کی طرف اشارہ فرماتے رہے، پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حجۃ الوداع کا خطبہ دیتے ہوئے لوگوں سے ارشاد فرمایا: "مجھ سے اپنے ارکانِ حج سیکھ لو شاید اس سال کے بعد میں تمہیں نہ ملوں۔" اور رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں کو الوداع کہنے لگے اس پر لوگ بولے: یہ حجۃ الوداع یعنی رخصتی والا حج ہے۔[1] جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حج کر کے مدینۃ المنورہ لوٹے تو مکۂ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان "خُم" نامی گھاٹ پر لوگوں کو جمع کیا اور خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "لوگو! میں ایک بشر ہوں، قریب ہے کہ میرے پاس بھی رب کا قاصد آئے اور میں اس کی درخواست قبول کرلوں۔" پھر معلّمِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کتابُ اللہ کو تھامنے کی ترغیب اور اپنے اہل بیت کے بارے میں وصیت ارشاد فرمائی۔[2]

دُنیا یا رب سے ملاقات:

پھر جب آپ کے مرضِ وصال شریف کی ابتدا ہوئی تو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اختیار دیا گیا کہ چاہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کریں یا جب تک اللہ پاک چاہے دُنیا کی شادابی میں رہیں، پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اللہ پاک کی ملاقات کو اختیار کیا اور لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے اس طرف اشارہ فرمایا۔

شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مرض شریف کی ابتدا ماہ صفر کے آخری دنوں میں ہوئی مشہور قول کے مطابق جان کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم 13 دن تک مرض وصال شریف میں رہے۔ ایک قول 14 دن کا ہے، ایک قول 12 دن کا ہے اور ایک قول 10 دن کا بھی ہے اور یہ قولِ غریب ہے۔

آخری خطبہ:

اور حضرت سیِّدُنا ابو سعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا خطبہ جس پر ہم یہاں گفتگو کریں گے، وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مرض کی ابتدا میں تھا۔

1... مسلم، کتاب الحج، باب استحباب رمی جمرة العقبة... الخ، ص ۵۱۸، حدیث: ۳۱۳۷

2... مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی بن ابی طالب، ص ۱۰۰۸، حدیث: ۶۲۲۵

حضرت سیّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مرض وصال شریف میں ہمارے پاس تشریف لائے، رُوحِ روانِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سرِ مُبارک پر پٹی باندھی ہوئی تھی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: ”بلاشبہ ایک بندے کے سامنے دنیا اور اس کی زینت پیش کی گئی تو اس نے آخرت کو چُن لیا۔“ راوی کہتے ہیں: بات کی حقیقت تک حضرت سیّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سوا کوئی نہ پہنچا، صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان! بلکہ ہمارے مال، ہماری جانیں اور ہماری اولادیں آپ پر قربان۔ راوی کہتے ہیں: پھر حضورِ پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور پھر اس گھڑی کے بعد منبر شریف پر آپ کا دیدار نصیب نہ ہوا۔[1]

آخرت کو ترجیح:

مروی ہے کہ ایک رات حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بقیع تشریف لے گئے اور بقیع والوں کے لئے دعائے مغفرت کی، فرمایا: ”لوگوں جیسے حال کے بجائے یہ حال تمہیں مبارک ہو! تاریک رات جیسے فتنے پے در پے آ رہے ہیں ایک کے پیچھے ایک فتنہ ہے اور ہر بعد والا فتنہ پہلے فتنے سے زیادہ بُرا ہے۔“ حضرت سیّدُنا ابو مویہبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کہتے ہیں: پھر حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اے ابو مویہبہ! بلاشبہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں، ہمیشہ کی زندگی اور پھر جنت عطا کی گئی، پھر اس کے اور اپنے رب سے ملاقات کے بیچ مجھے اختیار دیا گیا تو میں نے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی ملاقات اور جنت کو اختیار کیا۔“ پھر آپ وہاں سے روانہ ہو گئے، پھر آپ کو وہ تکلیف شروع ہو گئی جس میں اللہ پاک نے آپ کو اپنے پاس بُلا لیا۔[2]

جیسے جیسے محبوبِ کبریا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی معرفتِ الٰہی میں اضافہ ہوتا رہا ویسے ویسے دلِ مُقدّس میں اللہ پاک سے محبت اور اس سے ملاقات کا شوق بڑھتا گیا، لہٰذا جب جانِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دنیا میں قیام فرمانے اور پاک ربّ عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کے بیچ اختیار دیا گیا تو محبوبِ ربِّ اکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1 ...مسند احمد، مسند ابی سعید الخدری، ۴/ ۱۸۱، حدیث: ۱۱۸۶۳

2 ...مسند احمد، مسند المکیین، ۵/ ۴۱۶، حدیث: ۱۵۹۹۷

وَسَلَّم نے دنیا کے خزانوں اور دُنیا میں ہمیشہ رہنے کے مقابلے میں اپنے پیارے چاہنے والے رب عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کو اختیار فرمالیا۔

حضرت سیِّدُنا شِبلی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیہ سے کسی نے پوچھا: کیا عاشق، دیدارِ محبوب کے بجائے کسی اور چیز پر راضی ہوتا ہے؟ تو آپ نے یہ اشعار پڑھے:

وَ اللهِ لَوْ اَنَّكَ تَوَّجْتَنِی بِتَاجِ كِسْرٰی مَلِكِ الْمَشْرِقِ

وَ لَوْ بِاَمْوَالِ الْوَرٰی جُدْتَ لِی اَمْوَالِ مَنْ بَادَ وَ مَنْ قَدْ بَقِی

وَ قُلْتُ لِیْ : لَا نَلْتَقِی سَاعَةً اخْتَرْتُ يَا مَوْلَایَ اَنْ نَلْتَقِی

ترجمہ: خُدا کی قسم! اگر تم مجھے مشرق کے بادشاہ خسرو کا تاج پہنادو، اگر تم مجھے اگلوں پچھلوں کا سب مال و دولت دے دو اور کہو کہ ہم گھڑی بھر نہ ملیں گے تو میرے مالک! میں ان سب چیزوں کو ٹھکرا کر تمہارا ملنا پسند کروں گا۔

اپنے یارِ غار کو دِلاسہ:

منبر شریف پر پیارے آقا مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دنیاوی زندگی کے بجائے ملاقاتِ الٰہی اختیار کرنے کی طرف اشارہ فرمایا اور صراحت کے ساتھ بیان نہ فرمایا تو بہت سے سننے والوں کے سامنے معنٰی ظاہر نہ ہوا اور آپ کے خاص صحابی کے سوا کوئی بھی اس بات کے اصلی مقصد تک نہ پہنچا، وہ خاص دوست جن کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ (پ۱۰، التوبۃ: ۴۰) ترجمۂ کنز الایمان: (محبوب کو باہر تشریف لے جانا ہوا) صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے۔

یارِ غار و مزار، حبیبِ محبوبِ پروردگار، حضرت سیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہ مقاصدِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پُوری امّت سے زیادہ سمجھتے تھے، چنانچہ جب صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہ نے اشارۂ نبوی کا مقصد سمجھا تو اشکبار ہوگئے اور عرض کرنے لگے: بلکہ ہمارے مال، ہماری جانیں اور ہماری اولادیں آپ پر قربان یا رسولَ اللہ۔ امت پر کمال مہربان آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے یارِ غار، صدیقِ جاں نثار کو دلاسہ دینے لگے اور برسرِ منبر اُن کی تعریفیں بیان فرمانے لگے تاکہ سب لوگوں کو اُن کی فضیلت معلوم ہو جائے اور آپ

کی خلافت میں کوئی اختلاف نہ ہو۔

فضائلِ صدّیقِ اکبر پر احادیثِ مبارکہ:

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک سب لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی صحبت اور اپنے مال سے مجھ پر احسان کرنے والے ابو بکر ہیں۔[1]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہم پر کسی کا احسان نہیں مگر ہم نے اس کا بدلہ کر دیا سوا ابو بکر کے کہ ہم پر ان کا احسان ہے کہ **اللہ** انہیں اس کا بدلہ قیامت کے دن دے گا مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہ دیا جتنا ابو بکر کے مال نے نفع دیا۔[2]

پھر رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر میں زمین والوں میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن اسلامی بھائی چارہ ہے۔[3]

چونکہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** پاک کے خلیل ہیں اس لئے مخلوق میں سے کسی کو بھی خلیل بنانا آپ کی شان کے لائق نہ تھا، کیونکہ خلیل وہ ہے جس کے دل میں اپنے خلیل کی محبت یوں سما جائے جیسے جسم میں روح سماتی ہے اور کسی بشر کی ایسی محبت رکھنا روا نہیں۔ جیسا کہ کسی نے کہا:

قَدْ تَخَلَّلْتَ مَسْلَكَ الرُّوْحِ مِنِّی وَ بِذَا سُمِّیَ الْخَلِیْلُ خَلِیْلًا

ترجمہ: تُو میرے جسم میں روح کی مانند سما گیا، جبھی گہرے دوست کو خلیل (یعنی سما جانے والا) کہتے ہیں۔

جبھی کہا جاتا ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کو بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیا گیا، حکم کا مقصود بیٹے کا خون بہانا نہیں تھا بلکہ مقامِ خلیلی کو اُس پاک ذات کے لئے خالی کروانا مقصود تھا جس کا مقامِ خلیلی میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا ہے۔

---

1 ...بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الخوخۃ والممر فی المسجد، ١/ ١٧٧، حدیث: ٤٦٦

2 ...ترمذی، کتاب المناقب، باب ۵، ۱۵/ ۳۷۴، حدیث: ۳۶۸۱

3 ...ترمذی، کتاب المناقب، باب ۱۵، ۵/ ۳۷۴، حدیث: ۳۶۸۱

بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الخوخۃ والممر فی المسجد، ١/ ١٧٧، حدیث: ٤٦٦

اَرُوْحُ وَقَدْ خَتَمْتُ عَلٰی فُؤَادِیْ ... بِحُبِّكَ اَنْ یَحِلَّ بِهٖ سِوَاکَا
فَلَوْ اَنِّیْ اسْتَطَعْتُ غَضَضْتُ طَرْفِیْ ... فَلَمْ اَنْظُرْ بِهٖ حَتّٰی اَرَاکَا

ترجمہ: میں اپنے دل پر تیری محبت کی مہر لگا کر راحت محسوس کرتا ہوں کہ کہیں تیرے سوا اور کوئی اس میں نہ آبسے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو اپنی نگاہیں جھکائے رکھوں اور ان سے تیرے دیدار کے سوا کچھ نہ دیکھوں۔

پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مسجد میں ہر کھڑکی بند کر دی جائے سوائے ابو بکر کی کھڑکی کے۔[1] اور ایک روایت میں ہے کہ "مسجد میں کھلنے والے یہ سب دروازے بند کر دو سوائے ابو بکر کے دروازے کے۔"[2]

حدیثِ پاک اور خلافتِ صدیقِ اکبر:

اس فرمان میں اشارہ ہے کہ سیّد الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہی امام وپیشوا ہوں گے کیونکہ مسلمانوں کے امام کو مسجد میں رہائش اور مسجد کی طرف راستے کی حاجت ہوتی ہے دیگر لوگوں کو اتنی ضرورت نہیں ہوتی ہے، امام کے گھر سے مسجد کی طرف راستہ نکلتا ہو گا تو یوں مسجد میں نماز پڑھنے والے مسلمانوں کے لئے آسانی ہو گی، پھر اس مقصدِ عالی شان کو رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یوں واضح ارشاد کے ساتھ پختہ فرمادیا کہ "ابو بکر لوگوں کو نماز پڑھائیں۔" اس معاملے میں عرض کی گئی تو پیغمبرِ خُدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: "ابو بکر کو حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔"[3] رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ہی نماز کی امامت سونپی۔ اور اُن کے گھر سے جائے نماز کا راستہ برقرار رکھا اور دوسروں کے راستے بند فرمادیئے۔ اس میں واضح اشارہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہی آپ کے خلیفہ اور امت

1...ابن حبان، کتاب التاریخ، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۸/ ۲۰۰، حدیث: ۶۵۶۰
بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ھجرۃ النبی واصحابہ الی المدینۃ، ۲/ ۵۹۱، حدیث: ۳۹۰۴
2...السنۃ لابن ابی عاصم، باب ما ذکر من فضائل ابی بکر، ص ۲۸۵، حدیث: ۱۲۷۷
بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الخوخۃ والممر فی المسجد، ۱/ ۱۷۷، حدیث: ۴۶۷
3...بخاری، کتاب الاذان، باب حد المریض ان یشھد الجماعۃ، ۱/ ۲۳۷، حدیث: ۶۶۴

کے فرمان روا ہوں گے۔ جبھی حضرات صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْن نے صدیق اکبر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے یہی کہا کہ جنہیں پیارے آقا صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ہمارے دین کے لئے چُنا ہم اُنہیں اپنی دُنیا کے لئے بھی کیوں نہ چُنیں۔ جب حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے فرمایا: میں نے تمہیں بیعت واپس دی۔ تو حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے عرض کی: ہم نہ آپ کی بیعت واپس لیں گے نہ کبھی اس کا مطالبہ کریں گے، آپ کو تو رسولُ الله صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے آگے بڑھایا ہے، اب آپ کو کون پیچھے ہٹا سکتا ہے؟!

جب جانِ جہاں صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے دُنیا سے پردہ فرمایا اور روئے زمین سے نبوّت کی قالین سمیٹ دی گئی تو نبوّت کے بعد پُوری دُنیا میں سب سے کامل درجہ صدیقیت کا رہا، اور حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه سب صدّیقوں کے سردار ہیں لہٰذا آپ ہی خلافت و نیابتِ مصطفٰے کے حق دار ٹھہرے۔

حضور نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارادہ فرمایا تھا کہ حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے لئے ایک وصیت لکھ دیں تاکہ ان کے معاملے میں کوئی اختلاف نہ ہو، پھر محبوبِ ربِّ اکبر صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اس سے اعراض فرمایا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے علاوہ کوئی اور خلیفہ نہیں بنے گا۔

اور آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: "**الله** پاک اور مؤمنین ابو بکر کے سوا کسی کو قبول نہیں کریں گے۔"[1] یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اس لئے حضرت سیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کی خلافت تحریر نہیں فرمائی تاکہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ صدّیق اکبر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے جو پیارے مصطفٰے صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا بہت ساتھ دیا؛ یہ خلافت کی تحریر اُس کا بدلہ ہے۔ اور (اگرچہ یہ وہم درست نہ ہوتا کیونکہ) اسلامی خلافتیں خلیفہ کے مفاد کے لئے نہیں بلکہ عام مسلمانوں کی بھلائی کے لئے ہوتی ہیں۔

سر درد کی فضیلت:

غم گُسار آقا صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے مرض کی ابتدا سر مبارک کے درد سے ہوئی، خطبہ ارشاد فرماتے

[1]...مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی بکر الصدیق، ص ۹۹۹، حدیث: ٦١٨١

ہوئے ایک سیاہ پٹی سرِ مُقدّس سے والہانہ لپٹی ہوئی تھی، پورے اور آدھے سر کا درد حیات مبارکہ میں اکثر حاضرِ خدمت رہتا تھا اور ہزار جان فدا! جانِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کچھ دن تکلیف میں رہا کرتے تھے، سر کا درد اہل ایمان اور اہل جنت کی ایک علامت ہے۔[1]

حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جہنمیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ”یہ وہ لوگ ہیں کہ اُن کے سروں میں درد نہیں ہوتا۔“[2] دیہات کا رہنے والا ایک شخص بارگاہ رسالت میں آیا تو مالکِ کونین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے فرمایا: اے دیہاتی! کیا تمہیں یہ سر درد ہوا ہے؟ وہ بولا: سر درد کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: انسان کے سر میں رگیں پھڑکتی ہیں۔ دیہاتی بولا: مجھے ایسا کبھی محسوس نہیں ہوا۔ وہ دیہاتی چلا گیا تو مدنی آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو کسی جہنمی کو دیکھنا چاہے وہ اِسے دیکھ لے۔“[3]

حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے تورات شریف میں پڑھا ہے کہ ”اگر یہ نہ ہوتا کہ میرا مؤمن بندہ غمگین ہو جائے گا تو میں کافر کے سر پر لوہے کی ایسی پٹی باندھ دیتا کہ اسے کبھی سر درد نہ ہوتا۔“ اور اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ جب رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مرض وصال شریف کی ابتدا ہوئی اس دن آپ میرے پاس آئے۔ میں نے کہا: ہائے میرا سر۔ میرے سرتاج صاحبِ معراج صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میں تو چاہتا ہوں کہ یہ میری (ظاہری) زندگی میں ہی ہو جائے، میں تمہیں تیار کروں اور دفن کروں“ میں نے غیرت سے کہا: مجھے لگتا ہے کہ پھر آپ اُسی دن اپنی کسی اور زوجہ کے ساتھ آرام فرمائیں گے۔ رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: بلکہ ہائے میرا سر! اپنے والد اور بھائی کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں ابو بکر کے لئے تحریر لکھ دوں اس خطرہ سے کہ کہنے والے کہیں یا تمنا کرنے والے تمنا کریں اور اللہ پاک اور مومن ابو بکر کے سوا کسی پر راضی نہ ہوں گے۔[4]

---

1 ...بخاری، کتاب الجمعۃ، باب من قال فی الخطبۃ بعد الثناء اما بعد، ١/ ٣١٩، حدیث: ٩٢٧

2 ...مسند احمد، مسند ابی ھریرۃ، ٣/ ٥٨٢، حدیث: ١٠٦٠٣

3 ...مسند احمد، مسند ابی ھریرۃ، ٣/ ٢٢٨، حدیث: ٨٤٠٣

4 ...مسند احمد، مسند السیدۃ عائشۃ، ٩/ ٤٧٧، حدیث: ٢٥١٦٧

دوسری حدیث کے الفاظ یوں ہیں کہ حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا: ہائے میرا سر۔ سَروَرِ انبیا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اگر یہ میری حیات میں ہوا تو تمہارے لیے استغفار اور دعا کروں گا۔ حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بولیں: ہائے ہلاکت، رب کی قسم! میں آپ کے متعلق گمان کرتی ہوں کہ آپ میری موت چاہتے ہیں، اگر ایسا ہو گیا تو آپ اس دن کے آخر میں اپنی کسی زوجہ کے ساتھ آرام فرمائیں گے۔ غمگسار آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: بلکہ ہائے میرا سر۔[1]

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب میرے دروازے کے پاس سے گزر فرماتے تو اکثر کوئی بات ارشاد فرماجاتے تھے جس سے اللہ پاک مجھے نفع عطا فرماتا، ایک دن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دو یا تین گزر فرمایا لیکن کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔ میں نے کنیز سے کہا: میرے لئے دروازے پر تکیہ رکھ دو۔ میں نے سر پر پٹی باندھ لی۔ رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا میرے پاس سے گزر ہوا تو فرمایا: عائشہ! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کی: آقا! سر میں درد ہے۔ ارشاد فرمایا: ہائے میرا سر۔ پھر پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے گئے، تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ آپ کو ایک چادر میں اٹھا کر میرے پاس لایا گیا، آپ نے میرے حجرے میں آکر اپنی ازواج کو یہ پیغام بھیجا کہ میں بیمار ہوں۔ اور فرمایا: میں تم سب کے پاس چکر نہیں لگا سکتا لہٰذا مجھے عائشہ کے پاس رہنے کی اجازت دے دو۔[2]

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ایک دن رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک جنازے کے بعد جَنَّةُ الْبَقِیْع سے میرے پاس تشریف لائے، میں دردِ سر محسوس کر رہی تھی اور کہتی تھی: ہائے رے سر۔ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: بلکہ ہائے میرا سر۔ پھر فرمایا: تمہیں کیا نقصان ہو گا اگر تم مجھ سے پہلے مر گئیں کہ میں تم کو غسل دوں، کفن پہناؤں، تم پر نماز پڑھوں اور تمہیں دفن کروں؟ میں بولی: خدا کی قسم! گویا میں آپ کو محسوس کرتی ہوں کہ اگر آپ یہ کرتے تو آپ میرے گھر واپس

---

1 ...بخاری، کتاب المرضی، باب قول المریض انی وجع... الخ، ۴/ ۱۱، حدیث: ۵۶۶۶

2 ...ابو داود، کتاب النکاح، باب فی القسم بین النساء، ۲/ ۳۵۴، حدیث: ۲۱۳۷

مسند احمد، مسند السیدة عائشة، ۱۰/ ۴۴، حدیث: ۲۵۸۹۹

آئیں گے، اس میں کسی زوجہ کے ساتھ آرام کریں گے۔ اس بات پر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسکرائے پھر آپ کا وہ مرض شروع ہو گیا جس میں آپ کی وفات ہوئی۔[1]

سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا بخار:

واضح ہو گیا کہ مرض شریف کی ابتدا سر مبارک کے درد سے ہوئی اور ظاہر یہ ہے کہ سر درد بخار کے ساتھ تھا، کیونکہ آپ کے مرض میں بخار شدید ہو گیا تھا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم طشت میں تشریف فرما ہوتے اور آپ کے اوپر سات مشکوں کا پانی ڈالا جاتا، جن کا بندھن کھولا نہ گیا ہوتا، پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پانی سے ٹھنڈک حاصل فرماتے تھے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کمبل اوڑھے ہوئے تھے، جو آپ پر ہاتھ رکھتا اسے کمبل کے اوپر سے آپ کے بخار کی حرارت محسوس ہوتی تھی، اس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ہم پر یونہی تکلیف سخت ہوتی ہے اور ہمارے لئے اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔[2] اور فرمایا: مجھے ایسا بخار آتا ہے جیسا تمہارے دو مردوں کو آتا ہے۔[3]

مرضِ وصال کی شدت:

آپ کے مرض کی ایک شدت یہ بھی تھی کہ بیماری میں آپ پر بیہوشی طاری ہو جاتی تھی پھر افاقہ ہو جاتا تھا، اور ایسا کئی مرتبہ ہوتا، ایک مرتبہ آپ پر بیہوشی طاری ہوئی تو لوگوں نے گمان کیا کہ آپ کو ذَاتُ الْجَنْب (یعنی نمونیہ) کا مرض ہے تو انہوں منہ میں دوائی ڈال دی، جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے اسے ناپسند فرمایا اور حکم دیا کہ جس نے دوا پلائی ہے اس کو دوا پلائی جائے اور ارشاد فرمایا: اللہ پاک نے مجھ پر اسے (یعنی نمونیہ کے مرض کو) طاری نہیں کیا تھا، البتہ یہ کیفیت اس لقمے کی وجہ سے ہے جو میں نے خیبر کے موقع پر کھایا تھا۔[4] یعنی آپ کو یہودی

1...ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی غسل الرجل امراتہ... الخ، ۲/ ۲۰۲، حدیث: ۱۴۶۵
مسند احمد، مسند السیدۃ عائشۃ، ۱۰/ ۵۹، حدیث: ۲۵۹۶۶

2...ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، ۴/ ۳۷۰، حدیث: ۴۰۲۴
مسند ابی یعلی، مسند ابی سعید الخدری، ۱/ ۴۴۹، حدیث: ۱۰۴۱

3...بخاری، کتاب المرضی، باب اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الاول فالاول، ۴/ ۵، حدیث: ۵۶۴۸

4...مسند احمد، مسند السیدۃ عائشۃ، ۹/ ۴۳۰، حدیث: ۲۴۹۲۴

عورت کی پیش کردہ بھنی ہوئی بکری کے زہر نے نقصان پہنچایا تھا، آپ نے خیبر کے دن اس میں سے کچھ کھالیا تھا چنانچہ اس کا زہر کبھی کبھی جوش مارتا تھا، اسی لئے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے مرضِ وصال میں فرمایا: خیبر کا ایک لقمہ ہمیشہ مجھ پر عود کرتا رہا ہے، یہ وہ اوقات ہیں جن میں میری شہ رگ منقطع ہو جائے گی۔ [1]

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دیگر کہتے ہیں: آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم زہر دیئے جانے کے سبب شہید ہوئے۔ [2]

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: میں نے ایسا کوئی نہیں دیکھا جس کے مرض کی شدت رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے زیادہ سخت ہو، مرضِ وصال کے وقت آپ کے پاس سات دینار تھے، آپ نے وہ دینار صدقہ کرنے کا حکم دیا پھر آپ پر غشی طاری ہوگئی، اہلِ خانہ تیمار داری میں مشغول ہو گئے، پھر آپ نے وہ دینار منگوا کر اپنی ہتھیلی میں رکھے اور فرمایا: محمد کا اپنے رب کے بارے میں کیا گمان ہو گا کہ اگر وہ اللہ پاک سے ملاقات کرے اور اس کے پاس یہ دینار ہوں؟ پھر آپ نے سب دینار صدقہ کر دیئے۔ [3] اس کا حال کیا ہو گا جو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ اس کے ذمہ مسلمانوں کا خون اور ناحق مال ہو؟ جبکہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اپنے رب کے بارے میں کیسا گمان تھا حالانکہ آپ کے گھر والوں کے پاس آپ کے مرض میں چراغ جلانے کے لئے تیل بھی نہیں تھا۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں:

پیر کی رات جب آپ کے مرض نے شدت اختیار کی تو اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ازواجِ مطہرات میں سے کسی زوجہ کے پاس یہ کہہ کر چراغ بھیجوایا کہ ہمارے چراغ میں گھی کے

الطبقات لابن سعد، ذکر ماسم بہ رسول اللہ، ۲/ ۱۵۶

1... بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی و وفاتہ، ۳/ ۱۵۲، حدیث: ۴۴۲۸

دارمی، المقدمة، باب ما اکرم النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کلام الموتی، ۱/ ۴۲، حدیث: ۶۷

2... المواهب اللدنية، المقصد العاشر، الفصل الاول فی اتمامہ تعالی نعمتہ علیہ ... الخ، ۳/ ۳۷۶

3... مسند احمد، مسند السیدة عائشة، ۹/ ۴۰۵، حدیث: ۲۴۷۸۷

مشکیزے سے چند قطرے ٹپکا دیں کیونکہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شام سے سکرات کے عالم میں ہیں،[1] اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس ایک موٹی یمنی تہبند اور ایک پیوند لگی چادر تھی، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے **اللہ** پاک کی قسم کھا کر کہا کرتی تھی: رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وصال ان دو کپڑوں میں ہوا۔[2]

بوقتِ وصال اپنی شہزادی سے سرگوشی:

حضرت سیِّدَتُنا فاطمۃ الزہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مرضِ وصال کے دوران آئیں، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے سرگوشی فرمائی جس پر وہ رونے لگیں، پھر سرگوشی فرمائی تو وہ ہنسنے لگیں، آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہ کہہ کر بتانے سے انکار کر دیا کہ میں رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا راز فاش نہیں کروں گی، جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وصال ہو گیا تو آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا، اس پر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے بتایا: حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے خبر دی تھی کہ اس مرض میں آپ کا وصال ہو جائے گا اس پر میں رونے لگی، پھر آپ نے مجھے خبر دی کہ اہلِ بیت میں سب سے پہلے میں ان سے ملوں گی اور میں تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہوں، اس پر میں خوش ہو کر مسکرا دی۔ جب دنیا سے جانے کا بالکل آخری وقت ہوا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا معاملہ شدید ہو گیا، حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر موت کی شدت دیکھنے کے بعد مجھے کسی ایسے شخص پر رشک نہیں آتا جس پر موت آسان ہو گئی۔[3]

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس پانی کا پیالہ تھا، آپ اس

1...(318)...معجم کبیر، ٦/ ١٩٨، حدیث: ٥٩٩٠

2...بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی... الخ، ٢/ ٣٤٣، حدیث: ٣١٠٨

3...بخاری، کتاب الاستئذان، باب من ناجی بین یدی الناس... الخ، ٤/ ١٨٤، حدیث: ٦٢٨٥

مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل فاطمۃ بنت نبی علیہا الصلاۃ والسلام، ص ١٠٢٢، حدیث: ٦٣١٣

ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی التشدید عند الموت، ٢/ ٢٩٥، حدیث: ٩٨١

میں اپنا ہاتھ داخل کرتے پھر اپنے چہرے پر پانی مل لیتے اور عرض کرتے: اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی سَکَرَاتِ الْمَوْتِ یعنی اے اللہ! موت کی سختیوں پر میری مدد فرما۔(1) حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کہا کرتے تھے: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اِنَّ لِلْمَوْتِ لَسَکَرَاتٍ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک موت کی تکلیف بہت سخت ہے۔(2)

ایک حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! تو پٹھوں، جوڑوں اور انگلیوں کے پوروں سے روح نکالتا ہے، اے میرے اللہ! موت پر میری مدد فرما اور اسے مجھ پر آسان فرما۔(3)

جب حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر سختی زیادہ ہوئی، یہ دیکھ کر حضرت سیِّدَتُنا فاطمۃ الزہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا: ہائے میرے والد کی تکلیف! آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: آج کے بعد تمہارے باپ پر کوئی تکلیف و سختی نہ ہوگی۔(4)

ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدَتُنا فاطمۃ الزہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا: تمہارے والد کو وہ چیز پہنچی ہے جس سے اللہ پاک کسی کو نہیں چھوڑے گا یعنی قیامت کے دن اس کی بارگاہ میں حاضری۔(5)

بوقتِ وصال انبیا کا اکرام:

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی روح قبض کیے جانے سے قبل آپ کو ایک اور مرتبہ دنیا اور آخرت میں سے ایک کو چننے کا اختیار دیا گیا۔ چنانچہ حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرمایا کرتے تھے: کسی نبی کی روح کبھی قبض نہیں ہوتی جب تک اسے اس کا جنتی

1... ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی التشدید عند الموت، ۲/ ۲۹۴، حدیث: ۹۸۰

2... بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت، ۴/ ۲۵۰، حدیث: ۶۵۱۰

3... موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب ذکر الموت، ۵/ ۴۵۲، حدیث: ۱۸۹

4... بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی و وفاتہ، ۳/ ۱۶۰، حدیث: ۴۴۶۲

5... ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ و دفنہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۲/ ۲۸۶، حدیث: ۱۶۲۹

ٹھکانا دکھا کر اختیار نہ دے دیا جائے۔

آخری کلمہ:

حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں: جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وصال ہونے لگا تو آپ کا مبارک سر میری ران پر تھا، آپ پر ایک گھڑی غشی طاری ہوئی پھر افاقہ ہو گیا، آپ کمرے کی چھت کو تک رہے تھے، پھر آپ نے فرمایا: ''اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی یعنی اے میرے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ عطا فرما۔'' میں نے کہا: اب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام ہمیں چھوڑے جا رہے ہیں اور میں نے جان لیا کہ جو آپ ہم سے بیان کیا کرتے تھے، وہ بات صحیح واقع ہوئی۔ یہ آخری کلمہ تھا جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ادا فرمایا۔[1]

ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یوں دعا کی: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَ اَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی یعنی اے میرے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ میں داخل فرما۔[2]

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آواز بھاری ہو گئی، پھر میں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ کہتے سنا:

مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًاؕ﴿۶۹﴾ (پ۵، النسآء: ۶۹)

ترجمۂ کنز الایمان: ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: میں نے گمان کیا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس وقت (دنیا و آخرت میں سے ایک کو چننے کا) اختیار دیا گیا ہے۔[3]

روح واپس لوٹ آئی:

اور ایک روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی روح قبض ہوئی پھر آپ

1 ...بخاری، کتاب الرقاق، باب من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ، ۴/ ۲۴۹، حدیث: ۶۵۰۹

2 ...بخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت، ۴/ ۱۴، حدیث: ۵۶۷۴

3 ...بخاری، کتاب التفسیر، باب فاولئک مع الذین انعم اللہ... الخ، ۳/ ۲۰۶، حدیث: ۴۵۸۶

نے اپنا جنتی مقام دیکھا پھر آپ کی جان آپ کو واپس لوٹا دی گئی پھر آپ کو دنیا و آخرت میں سے ایک کو چننے کا اختیار دیا گیا۔

ایک روایت میں حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں: رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرمایا کرتے تھے کہ "ہر نبی کی روح قبض کی جاتی ہے پھر وہ ثواب دیکھ لیتا ہے پھر اسے دنیا میں واپس بھیج کر دنیا اور اس جنتی مقام کے درمیان اختیار دے دیا جاتا ہے۔" حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ مجھے آپ کی یہ حدیث پاک یاد تھی، میں آپ کو اپنے سینے سے لگائے آپ کو دیکھ رہی تھی یہاں تک کہ آپ کی مبارک گردن جھک گئی، میں سمجھی آپ کا وصال ہو گیا، مگر مجھے آپ کا فرمان یاد تھا چنانچہ میں آپ کو دیکھتی رہی حتّٰی کہ آپ نے اپنی مبارک گردن اٹھا کر دیکھا تو میں دل میں کہا: خدا کی قسم! اب آپ ہمیں اختیار نہیں فرمائیں گے۔ ارشاد فرمایا: جنت میں رفیق اعلیٰ کے ساتھ (پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت کی:)

مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًا ﴿۶۹﴾ (پ۵، النسآء: ۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔[1]

حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں: پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر غشی طاری ہو گئی، آپ کا سرِ مبارک میری گود میں تھا، میں سرِ اقدس پر ہاتھ پھیرنے لگی اور آپ کے لئے شفا کی دُعا کرنے لگی، جب افاقہ ہوا تو جانِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "نہیں! بلکہ میں اللہ پاک سے رفیق اعلیٰ کا سوال کرتا ہوں، جبرائیل میکائیل اور اسرافیل کے ساتھ۔"[2]

حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مرضِ وفات میں آپ پر دَم کرتی تھیں، حبیبِ خدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اپنا ہاتھ اٹھا لو، یہ ہاتھ مجھے ایک

1...مسند احمد، مسند السیدۃ عائشۃ، ۹/ ۳۴۹، حدیث: ۲۴۵۰۸

2...ابن حبان، کتاب التاریخ، باب مرضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۸/ ۱۹۹، حدیث: ۶۵۵۷

وقت میں شفا دیتا تھا۔“[1]

اخروی انعامات کا نظارہ:

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جب انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو موت سے ناراضی ہوئی تو اللہ پاک نے اپنی ملاقات سے اور انبیائے کرام کے پسندیدہ تحفوں اور بزرگیوں سے اُن پر موت کو آسان فرمادیا، حتّٰی کہ جب ان میں سے کسی کے مبارک پہلوؤں سے رُوح کھینچی جارہی ہوتی ہے تو وہ اسے پسند کرتے ہیں کیونکہ اُنہیں اُخروی انعامات دکھادیئے گئے۔

حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ نبیِّ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک ضرور مجھ پر موت آسان کردی جائے گی کیونکہ میں نے عائشہ کی ہتھیلی کی سفیدی جنت میں دیکھی۔[2]

دوسری روایت میں ہے کہ محبوبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مجھے جنت میں عائشہ دکھائی گئی، حتّٰی کہ اس طرح مجھ پر میرا انتقال آسان کردیا جائے گا، گویا میں عائشہ کی دونوں ہتھیلیاں دیکھ رہا ہوں۔[3]

حضور نبیِّ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے، ان کے بغیر نہ رہتے تھے، لہٰذا محبوبِ کبریا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جنت میں حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا دکھادی گئیں تاکہ موت کی سختیاں آپ کے لئے آسان ہوں، کیونکہ زندگی دوستوں کے مِلَن سے ہی خوشگوار ہوتی ہے۔

بارگاہِ رسالت میں کسی نے عرض کی: لوگوں میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ ارشاد فرمایا: ”عائشہ۔“ عرض کی گئی: اور مَردوں میں؟ ارشاد ہوا: ”عائشہ کے والد“ (یعنی حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ

---

1 ...ابن حبان، کتاب الجنائز، باب المریض وما یتعلق بہ، ۴/ ۲۶۹، حدیث: ۲۹۵۱

2 ...مسند احمد، مسند السیدۃ عائشۃ، ۹/ ۴۶۷، حدیث: ۲۵۱۳۰

3 ...الطبقات لابن سعد، رقم ۴۱۲۸، عائشۃ بنت ابی بکر الصدیق، ۸/ ۵۲

تَعَالٰی عَنْہ)[1] یہی وجہ ہے کہ مرض الموت کی ابتدا میں جب حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا: ہائے میرا سر۔ تو پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا تھا: ”میں تو چاہتا ہوں کہ یہ معاملہ میری حیات میں ہو جائے، میں تمہاری نمازِ جنازہ پڑھوں اور تمہیں دفناؤں۔“[2] یہ بات اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا پر بہت گراں گزری تھی اور انہیں گمان ہوا کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مجھ سے جُدا ہونا چاہتے ہیں حالانکہ رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان کا مطلب تھا کہ حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا پہلے ہی آگے پہنچ جائیں تاکہ جلد ہی پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے پاس تشریف لے جائیں۔

حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے مسواک چبائی اور اپنے لعاب سے اُسے نرم کرکے پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پیش کی، نبیِّ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بہت عمدگی سے مسواک فرمائی پھر اُسے دستِ مبارک سے پکڑنے لگے تو کمزوری کے باعث مسواک ہاتھ میں نہ رہ سکی اور دستِ مبارک سے چھوٹ کر زمین پر گر گئی۔ حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرمایا کرتی تھیں: اللہ پاک نے نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دنیا کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن میرا اور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا لعابِ دہن جمع فرمادیا۔[3]

حدیث شریف میں آتا ہے، رحمتِ عالَم نُورِ مُجسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مرض الموت میں حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا: ”میرے پاس تر مسواک لاؤ، اُسے چباؤ، پھر مجھے دو میں اُسے چباؤں تاکہ میرا لعابِ دہن تمہارے لعاب سے مل جائے اور میرے لئے موت آسان ہو جائے۔“[4]

حضرت سیِّدُنا امام جعفرِ صادق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والدِ گرامی حضرت سیِّدُنا امام باقر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ

---

1 ...بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا، ۲/ ۵۱۹، حدیث: ۳۶۶۲

2 ...ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی غسل الرجل امراتہ... الخ، ۲/ ۲۰۲، حدیث: ۱۴۶۵

مسند احمد، مسند السیدۃ عائشۃ، ۹/ ۴۷۷، حدیث: ۲۵۱۶۷

3 ...بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ، ۳/ ۱۵۸، حدیث: ۴۴۵۱

4 ...الضعفاء للعقیلی، رقم ۸۰۴، عبد اللہ بن داود الواسطی، ۲/ ۶۴۴

سے روایت کرتے ہیں کہ نبیِّ پاک صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری سے تین دن پہلے حضرت سیّدُنا جبریلِ امین عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے احمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اللہ پاک نے آپ کی عزت افزائی اور احترام کے لئے مجھے خصوصی طور پر روانہ فرمایا ہے، وہ آپ سے اُس کے متعلق پوچھتا ہے جو وہ آپ سے زیادہ جانتا ہے کہ آپ اپنے کو کیسا پاتے ہیں؟ فرمایا: ”اے جبریل! میں اپنے کو غمگین پاتا ہوں اور اپنے کو ملول پاتا ہوں۔“ دوسرے دن پھر پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہی عرض کی، نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ویسا ہی جواب دیا جو پہلے دن دیا تھا پھر آپ کے پاس تیسرے دن آئے تو وہی عرض کیا جو پہلے دن عرض کیا تھا اور حضور نے انہیں وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا، پھر بارگاہِ رسالت میں موت کے فرشتے نے حاضری کی اجازت چاہی، حضرت سیّدُنا جبرائیل عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: اے احمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ ملک الموت حاضری کی اجازت چاہتے ہیں، اِنہوں نے آپ سے پہلے کسی آدمی سے اجازت مانگی نہ آپ کے بعد کسی سے اجازت لیں گے۔ محبوبِ ربِّ اکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”انہیں اجازت دے دو۔“ ملک الموت عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام داخل ہوئے، بارگاہِ مصطفےٰ میں با ادب کھڑے ہوگئے اور عرض کی: یارسولَ اللہ! بے شک اللہ پاک نے مجھے آپ کی بارگاہ میں بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ جو بھی فرمائیں میں اس پر عمل کروں، اگر حکم فرمائیں تو رُوحِ مبارک قبض کروں اور حکم فرمائیں تو اُسے چھوڑ دوں۔ جانِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اے ملک الموت! کیا تم یہ کام کروگے؟“ عرض کی: جی ہاں! مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ آپ کے ہر فرمان میں آپ کی اطاعت کروں۔ حضرت سیّدُنا جبرائیل عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: اے احمدِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! بے شک اللہ پاک آپ کا مشتاق ہے۔ محبوبِ خدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے ملک الموت! جس کا تم کو حکم دیا گیا ہے وہ کر گزرو۔“ حضرت سیّدُنا جبرائیل عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: السّلام علیك یا رسول اللہ (یارسولَ اللہ! آپ پر سلام ہو) زمین پر میری یہ آخری آمد تھی، دنیا میں مجھے آپ ہی سے غرض تھی۔ پھر وہاں سے تعزیت کی آواز آنے لگی، آواز اور آہٹ تو سُنائی دیتی لیکن کہنے والا دکھائی نہیں دیتا تھا، کہنے والا کہہ رہا تھا: ”اے اہلِ بیت! تم پر سلام ہو، اللہ پاک کی

رحمت اور برکتیں ہوں۔ (پھر اس نے یہ آیت تلاوت کی)

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: ہر جان کو موت چکھنی ہے اور تمہارے بدلے تو قیامت ہی کو پورے ملیں گے۔

(اور کہا) بے شک اللہ پاک کی راہ میں ہر مصیبت سے صبر کرنا ہے اور ہر فوت شدہ کا خلیفہ ہے اور ہر گزر جانے والے کا عوض ہے تو اللہ پاک پر ہی بھروسا رکھو اور اسی سے امید رکھو، پورا مصیبت زدہ وہ ہے جو ثواب سے محروم کر دیا گیا۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔"[1]

رحمتِ عالَم، نُورِ مُجسّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وِصالِ ظاہری ربیع الاوّل کے مہینے میں پیر کے دن ہوا، اس پر سب کا اتفاق ہے۔ یہ وہ دن تھا کہ لوگ حضرت سیّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی امامت میں فجر کی نماز ادا کر رہے تھے، اتنے میں حجرۂ مقدّسہ کا پردہ اٹھا، صحابۂ کرام نے جو اس طرف نگاہ اٹھائی، قرآن کے ورق کی طرح روشن چہرہ اقدس دیکھا تو ان پر مسرت کی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ سوچا نماز ہی توڑ دیں اور یہ سمجھے کہ نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ لیکن پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ رہو۔[2] پھر حجرۂ مقدسہ کا پردہ گرا دیا۔ اسی دن پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیا سے پردہ فرما گئے۔

جب پیر کی فجر میں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے نبیِّ پاک صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طبیعت سنبھلی ہوئی دیکھی تو سمجھے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحت یاب ہو گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت سیّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیرونِ مدینہ مقامِ "سُنح" میں چلے گئے، پھر جب دن چڑھا تو جانِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیا سے پردہ فرما گئے۔ ایک قول ہے کہ غروبِ آفتاب کے قریب انتقال فرمایا۔ لیکن پہلا قول زیادہ درست ہے کہ ہجرت کے موقع پر مدینہ منوّرہ زَادَھَا اللہُ شَرَفاً وَّتَعْظِیْماً میں جس وقت تشریف آوری ہوئی تھی عین اسی وقت جبکہ پیر کا دن خوب چڑھ گیا تھا پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دنیا سے پردہ فرمایا۔

1...معجم کبیر، ۳/۱۲۸، حدیث: ۲۸۹۰

2...ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصبر علی المصیبة، ۲/۲۶۷، حدیث: ۱۵۹۹، بتغیر

اس دن ربیع الاول کی کیا تاریخ تھی؟ اس کے متعلق اختلاف ہے۔ ایک قول ہے کہ یکم ربیع الاول تھی۔ ایک قول ہے ۲ ربیع الاول تھی۔ ایک قول ہے: ۱۲ ربیع الاول تھی۔ ایک قول ہے: ۱۳ ربیع الاول تھی اور ایک قول کے مطابق ۱۵ ربیع الاول تھی۔ لوگوں میں مشہور یہی ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو دنیا سے پردہ فرمایا۔

امام سہیلی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ اور دیگر کچھ بزرگوں نے ۱۲ ربیع الاول والے قول کا رد کیا اور کہا: 10 سنِ ہجری میں حجۃ الوداع کے موقع پر یومِ عرفہ جمعۃ المبارک کے دن آیا تھا، یکم ذوالحجۃ الحرام جمعرات کا دن تھا، ایسی صورتِ حال میں ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ پیر کے دن ہو ہی نہیں سکتی چاہے ذوالحجۃ الحرام، محرم الحرام اور صفر المظفر؛ تینوں مہینوں کو تیس تیس دن شمار کریں یا سب کو اُنتیس اُنتیس دِن مانیں یا کسی کو تیس اور کسی کو اُنتیس فرض کریں۔

لیکن اس کا ایک بہترین جواب دیا گیا ہے: امام ابن اسحاق رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ نے ذکر کیا کہ حضور جانِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفات ظاہری ۱۲ ربیع الاول کی شب ہوئی۔ اور یہ ممکن ہے کیونکہ اہلِ عرب تاریخوں کا اعتبار راتوں سے کرتے تھے دِنوں سے نہیں، اہلِ عرب اسی رات کی تاریخ کا شمار کرتے تھے جس کے بعد دن گزر چکا ہو یوں دِن رات کے تابع ہو گا اور جس رات کے بعد ابھی تک دن نہیں گزرا وہ رات شمار نہیں ہوتی تھی، یونہی جب اہلِ عرب راتوں کی تعداد ذکر کرتے تو دن اور رات مراد ہوتے تھے، جب اہلِ عرب کہتے: دس راتیں، تو مراد ہوتی دس راتیں اپنے دنوں سمیت۔ یہیں سے جمہور کے قول کی درستی ظاہر ہو جاتی ہے کہ وفات کی عدّت چار مہینے دس راتیں، دنوں سمیت ہیں۔ چار مہینے کے بعد دسویں دن میں عدت کی تکمیل ہوتی ہے جبکہ امام اوزاعی کا قول مختلف ہے۔

یونہی حج کے مہینوں سے متعلق جمہور کہتے ہیں: حج کے مہینے شوّال المکرم، ذو القعدۃ الحرام اور ذو الحجۃ الحرام کے دس دن ہیں۔ اسی معنٰی کے اعتبار سے یومِ نحر بھی حج کے دنوں میں شامل ہے۔ امام شافعی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کا قول مختلف ہے۔

وقتِ تدفین کے متعلق اختلاف ہے۔ ایک قول ہے: اسی وقت تدفین ہوئی۔ لیکن یہ بہت بعید ہے۔ ایک قول ہے: منگل کی رات ہوئی۔ ایک قول ہے: منگل کے دن ہوئی۔ ایک قول ہے: بدھ کی رات ہوئی۔

وصالِ ظاہری کے وقت لوگوں کی حالت:

جب پیارے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دنیا سے پردہ فرمایا تو مسلمانوں میں ایک اضطراب پھیل گیا، کسی کے ہوش اُڑ گئے اور دماغ پہ اثر ہو گیا، کوئی غم وحیرت سے معذور ہو گیا اور اٹھنے کی سکت نہ رہی، کوئی صدمے سے گُنگ ہو گیا اور قوّتِ گویائی جاتی رہی، کچھ لوگوں نے نبیّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کو تسلیم ہی نہیں کیا اور بولے: رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** پاک کے پاس بُلائے گئے ہیں جیسے حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بُلایا گیا تھا۔ حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ بھی یہی کہتے تھے۔ خلیفۂ اوّل حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ کو اطلاع ملی تو آپ فوراً آئے، حجرۂ عائشہ میں داخل ہوئے، سرورِ آدم و بنی آدم، رُوحِ روانِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جسدِ نُوری پر چادر تھی، نُورِ باری حجاب میں تھا، حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے رُخِ انور سے چادر ہٹائی اور والہانہ روتے ہوئے جھک گئے، رُخِ انور کو بوسہ دیتے اور روتے ہوئے کہتے: وَانَبِیَّاہ! وَاخَلِیۡلَاہ! وَاصَفِیَّاہ! ہائے پیارے نبی! ہائے محبوب دوست! ہائے پیارے محبوب! اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡن بے شک ہم **اللہ** کے ہیں اور ہمیں اُسی کی طرف پھرنا ہے۔ خُدا کی قسم! جانِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیائے فانی سے پردہ فرما گئے ہیں، بخدا! خُدائے رحمان عَزَّوَجَلَّ آپ پر دو مَوتیں جمع نہیں فرمائے گا، جو وفاتِ ظاہری آپ کے لئے لکھ دی گئی تھی آپ اُسے پہنچ گئے ہیں۔

سیِّدُنا صدیق اکبر کا خطبہ:

پھر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ مسجد نبوی عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں داخل ہوئے، حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ لوگوں کے سامنے تقریر کر رہے تھے لوگ اُن کے پاس جمع تھے، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا صِدِّیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے گفتگو شروع کی، کلمہ شریف پڑھا حمدِ باری تعالیٰ بیان کی۔ لوگ حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ کو چھوڑ کر حضرت سیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ کی طرف متوجّہ ہو گئے۔ حضرت سیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے فرمایا: جو محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عبادت کرتا تھا (مَعَاذَ اللّٰہ) وہ جان لے کہ محمدِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دُنیا سے پردہ فرما گئے ہیں اور جو

اللہ پاک کی عبادت کرتا تھا تو بے شک اللہ پاک زندہ ہے اُسے کبھی موت نہ آئے گی۔ پھر صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ آیت تلاوت کی:

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡىٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـٴًـا ؕ وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔

(پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۴۴)

حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ تلاوت کی تو سب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ نبیِّ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دُنیا سے پردہ فرما گئے ہیں، یوں لگتا تھا کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی تلاوت سے پہلے انہوں نے یہ آیت گویا سُنی ہی نہ تھی، لوگوں نے اُن سے یہ آیت سنی اور ہر کوئی یہی آیت تلاوت کرنے لگا۔

شہزادئ کونین، خاتونِ جنت حضرت سیِّدَتُنا بی بی فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کہنے لگیں: اے میرے بابا! اللہ پاک کے بلانے پر تشریف لے گئے، اے میرے بابا جان! فردوس کے باغ آپ کا ٹھکانا ہیں، آہ میرے بابا! ہم آپ کے انتقال کی تعزیت جبریل سے بیان کرتے ہیں،[1] اے میرے بابا! آپ اپنے رب کے کتنے قُرب میں ہیں۔ حضرت سیِّدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا اس کے بعد صرف چھ مہینے دُنیا میں رہیں اور اس عرصہ میں اُن کے چہرے پر کبھی ہنسی نہ آئی، واقعی! یہ اُن کا حق تھا۔

1...خیال رہے کہ سیِّدہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) کے یہ الفاظ نہ تو نوحہ ہیں نہ بے صبری بلکہ حضور کے فراق پر بے چینی ہے جو بذات خود عبادت ہے۔ نوحہ یہ ہے کہ میت کے ایسے اوصاف بیان کیے جاویں جو اس میں نہ ہوں اور پیٹا جاوے۔ بے صبری یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی شکایت کی جاوے، جنابِ سیِّدہ اِن دونوں سے محفوظ ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ۸/۲۹۱) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: حضرت بتول زہرا (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) نے یہ کلمات نہ صیحہ (چیخ وپکار) وفریاد کے ساتھ کہے نہ ان میں کوئی غلطی یا بے تحقیق وصف بیان فرمایا نہ کوئی کلمہ شکایت ربُّ العِزّۃ وناراضی قضائے الٰہی پر دالّ (دلالت کرنے والا) تھا، لہٰذا اس میں کوئی وجہِ ممانعت نہیں۔ (فتاوی رضویہ، ۲۴/۴۸۵)

عَلٰی مِثْلِ لَیْلٰی یَقْتُلُ الْمَرْءُ نَفْسَهٗ　　وَاِنْ کَانَ مِنْ لَیْلٰی عَلَی الْهَجْرِ طَاوِیَا

ترجمہ: لیلیٰ جیسی پر ہی آدمی اپنی جان لے لیتا ہے، اگرچہ پہلے ہی لیلیٰ کی جُدائی پر ذہنی طور پر تیّار تھا۔

فراقِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آگے ہر مصیبت ہیچ ہے۔

محبوب کبریا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مرض الموت میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! اگر لوگوں میں یا مسلمانوں میں کسی کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ میری (یعنی میرے فراق کی) مصیبت یاد کرلے اور اپنی حالیہ مصیبت سے خود کو تسلی دے، بے شک میرے کسی امتی کو میرے بعد میری (جدائی کی) مصیبت سے بڑی کوئی مصیبت نہ پہنچے گی۔"[1][2]

امام ابو الجوزاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اہل مدینہ میں سے کسی کو مصیبت پہنچتی تو کوئی بھی مسلمان بھائی اس کے پاس آکر اس سے ہاتھ ملاتا اور کہتا: اے **اللہ** کے بندے! **اللہ** پاک پر بھروسا رکھ! بے شک ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (کے فراق) میں ہمارے لئے نمونۂ عمل ہے۔

اِصْبِرْ لِکُلِّ مُصِیْبَۃٍ وَتَجَلَّدِ　　وَاعْلَمْ بِاَنَّ الْمَرْءَ غَیْرُ مُخَلَّدِ

وَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ الْکِرَامُ فَاِنَّھَا　　نُوَبٌ تَنُوْبُ الْیَوْمَ تُکْشَفُ فِیْ غَدٖ

---

❶...ایسی ایک حدیثِ پاک کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: یعنی میری امت کے لئے جیسی مصیبت اور تکلیف کا باعث میری وفات ہے ایسی انہیں کوئی مصیبت نہیں۔ اور یہ حقیقت بھی ہے، جن لوگوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات دیکھی اُن پر جو مصیبت پڑی وہ تو وہی جان سکتے ہیں۔ آج جس وقت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یاد آتے ہیں تو عاشقوں کے کلیجے پھٹ جاتے ہیں۔ مدینہ منوّرہ سے چلتے وقت زائرین کا جو حال ہوتا ہے وہ نہ پوچھو، مدینہ کے در و دیوار کا فراق ستاتا ہے۔ میں نے مسجد نبوی شریف کی چوکھٹ سے لپٹ کر لوگوں کو روتے دیکھا ہے۔

بدن سے جان نکلتی ہے آہ سینہ سے　　ترے فدائی نکلتے ہیں جب مدینہ سے

فقیر نے تیسرے حج پر رخصت کے وقت مدینہ کے درودیوار سے عرض کیا تھا۔

جا رہا ہے اب ہمارا قافلہ　　اے در و دیوارِ شہرِ مصطفٰے
یاد تیری جس گھڑی بھی آئے گی　　ہے یقیں دل کو بہت تڑپائے گی

(مراٰۃ المناجیح، ۲/۵۰۶)

❷...ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الصبر علی المصیبۃ، ۲/۲۶۷، حدیث: ۱۵۹۹

وَاِذَا اَتَتْكَ مُصِيْبَةٌ تُشْجٰى بِهَا　　فَاذْكُرْ مُصَابَكَ بِالنَّبِيِّ مُحَمَّدٍ

ترجمہ: (۱)...ہر مصیبت پر صبر کا دامن تھامو اور ہمت سے کام لو، جان لو! آدمی ہمیشہ نہیں رہتا۔ (۲)...صبر کرو جیسے بزرگوں نے صبر کیا، یہ تو کچھ آزمائشوں کے بادل ہیں جو آج چھائے ہوئے ہیں کل چھٹ جائیں گے۔ (۳)... تمہیں کوئی غمزدہ کرنے والی مصیبت آئے تو پیارے نبی حضرت محمدِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فراق کی مصیبت کو یاد کرلو۔

ایک شاعر کہتا ہے:

تَذَكَّرْتُ لَمَّا فَرَّقَ الدَّهْرُ بَيْنَنَا　　فَعَزَّيْتُ نَفْسِيْ بِالنَّبِيِّ مُحَمَّدٍ

وَقُلْتُ لَهَا اِنَّ الْمَنَايَا سَبِيْلُنَا　　فَمَنْ لَّمْ يَمُتْ فِيْ يَوْمِهٖ مَاتَ فِيْ غَدٍ

ترجمہ: (۱)...جب زمانے نے ہمیں جُدا کیا تو میں نے سوچا اور خود کو جانِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فراق کی مصیبت سے تسلی دی۔ (۲)...میں نے خود سے کہا: ہمارا راستہ موت کی طرف جاتا ہے، جو آج نہیں مرا وہ کل مَر جائے گا۔

پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فراق سے جمادات اور بے جان چیزوں کے کلیجے بھی پھٹنے لگتے ہیں، تو پھر مسلمانوں کے دلوں کا کیا حال ہو گا؟؟؟

فراقِ مصطفٰے میں خشک تنے کی ہچکیاں:

منبر شریف بننے سے پہلے محبوبِ کبریا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھجور کے ایک تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، جب منبر شریف بن گیا اور اُس تنے کو رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قُرب نہ ملا تو وہ فراقِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں بے قرار ہو گیا اور بچوں کی طرح بِلَک بِلَک کر رونے لگا، غم گسار آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم منبر شریف سے نیچے تشریف لائے اور اُس تنے کو سینے سے چمٹالیا، وہ تنا اس طرح سسکیاں لینے لگا جیسے روتے بچے کو دلاسہ دے کر چپ کروایا جائے تو وہ بچہ سسکیاں لیتا ہے۔ ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اگر میں اسے اپنے سینے سے نہ لگاتا تو یہ قیامت تک روتا ہی رہتا۔"[1]

حضرت خواجہ حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جب یہ حدیث پڑھتے تو بہت روتے اور فرماتے: حضور کے

1...ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب ماجاء فی بدء شان المنبر، ۲/۱۷۸، حدیث: ۱۴۱۵، بتغیر قلیل

عشق میں خشک لکڑی روئی لوگو! تم تو یادِ مصطفےٰ کے زیادہ حقدار ہو۔

نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دُنیا سے پردہ فرمایا تو تدفین سے پہلے تک مؤذِّنِ رسول، حضرت سیِّدُنا بلال حبشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اذان دیتے تھے، جب اذان میں اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ پاک کے رسول ہیں) کہتے تو آہوں سسکیوں کی آواز سے مسجد کے در و دیوار دہل جاتے تھے۔ پھر جب رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تدفین مبارک ہوگئی تو حضرت سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اذان دینا چھوڑ دیا۔

محبوب سے جُدا ہونے والوں کی زندگانی کتنی تلخ ہے، بالخصوص جبکہ محبوب کا دیدار ہی دوستوں کی زندگی تھا۔

لَوْ ذَاقَ طَعْمَ الْفِرَاقِ رَضْوٰی　　لَکَادَ مِنْ وَجْدِہٖ یَمِیْدُ

قَدْ حَمَّلُوْنِیْ عَذَابَ شَوْقٍ　　یَعْجِزُ عَنْ حَمْلِہِ الْحَدِیْدُ

ترجمہ: (۱)...رَضْوٰی پہاڑ اگر جُدائی کی کڑواہٹ چکھ لیتا تو قریب تھا کہ محبت سے کانپنے لگتا۔ (۲)...انہوں نے مجھ پر ایسے شوق کا عذاب ڈال دیا جسے فولاد بھی نہ اٹھا سکے۔

جب سید عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تدفین مبارک ہوئی تو حضرت بتول زہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: اے انس! تمہارے دلوں نے کیونکر گوارا کیا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جسم اطہر کو خاک میں پنہاں کرو۔

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: جس روز حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مدینہ میں تشریف لائے تھے اس کی ہر چیز روشن ہوگئی تھی اور جس روز آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات ہوئی ہے اس کی ہر چیز اُداس ہوگئی ہے اور بعد تدفین ابھی مٹی سے ہاتھ بھی نہ جھاڑے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں کو بدلا ہوا پایا۔

لِیَبْکِ رَسُوْلَ اللہِ مَنْ کَانَ بَاکِیًا　　فَلَا تَنْسَ قَبْرًا بِالْمَدِیْنَۃِ ثَاوِیًا

جَزَی اللہُ عَنَّا کُلَّ خَیْرٍ مُحَمَّدًا　　فَقَدْ کَانَ مَھْدِیًّا وَقَدْ کَانَ ھَادِیًا

وَکَانَ رَسُوْلُ اللہِ رُوْحًا وَرَحْمَۃً　　وَنُوْرًا وَبُرْھَانًا مِنَ اللہِ بَادِیًا

وَکَانَ رَسُوْلُ اللہِ بِالْخَیْرِ آمِرًا　　وَکَانَ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالسُّوْءِ نَاھِیًا

وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ بِالْقِسْطِ قَائِمًا وَكَانَ لِمَا اسْتَرْعَاهُ مَوْلَاهُ رَاعِيًا

وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ يَدْعُوْ اِلَى الْهُدٰى فَلَبّٰى رَسُوْلُ اللهِ لَبَّيْهِ دَاعِيًا

اَيُنْسٰى اَبَرُّ النَّاسِ بِالنَّاسِ كُلِّهِمْ وَاَكْرَمُهُمْ بَيْتًا وَشِعْبًا وَوَادِيًا

اَيُنْسٰى رَسُوْلُ اللهِ اَكْرَمُ مَنْ مَشٰى وَآثَارُهُ بِالْمَسْجِدَيْنِ كَمَا هِيَا

تَكَدَّرَ مِنْ بَعْدِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ سَلَامٌ كُلُّ مَا كَانَ صَافِيًا

رَكَنَّا اِلَى الدُّنْيَا الدَّنِيَّةِ بَعْدَهُ وَكَشَّفَتِ الْاَطْمَاعُ مِنَّا مَسَاوِيًا

وَكَمْ مِنْ مَنَارٍ كَانَ اَوْضَحَهُ لَنَا وَمِنْ عَلَمٍ اَمْسٰى وَاَصْبَحَ عَافِيًا

اِذَا الْمَرْءُ لَمْ يَلْبَسْ ثِيَابًا مِنَ التُّقٰى تَقَلَّبَ عُرْيَانًا وَاِنْ كَانَ كَاسِيًا

وَخَيْرُ خِصَالِ الْمَرْءِ طَاعَةُ رَبِّهٖ وَلَا خَيْرَ فِيْمَنْ كَانَ لِلّٰهِ عَاصِيًا

ترجمہ: (۱)...رونے والا یادِ نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں روئے، مدینۂ منوّرہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفاً وَّتَعْظِیْماً میں جلوہ افروز روضۂ مبارکہ کو کبھی نہ بھولنا۔ (۲)...**اللہ** پاک ہماری طرف سے جانِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بہترین جزا عطا فرمائے، بلاشبہ آپ ہدایت یافتہ بھی ہیں اور اوروں کو ہدایت عطا بھی فرماتے ہیں۔ (۳)...محبوبِ کبریا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سراپا رحمت و کرم ہیں، نُور ہیں اور **اللہ** پاک کی روشن دلیل ہیں۔ (۴)...رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھلائی کا حکم ارشاد فرماتے اور بے حیائی اور بُرائی سے منع فرماتے تھے۔ (۵)...رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انصاف قائم فرماتے تھے اور جس پر مولیٰ عَزَّوَجَلَّ نے نگہبان فرمایا اس کی خوب حفاظت فرماتے تھے۔ (۶)...ہادیٔ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہدایت کی طرف بُلاتے تھے، پھر رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **اللہ** پاک کے بُلاوے پر لبیک کہا۔ (۷)...کیا حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عظیم ذات کو بُھلا دیا جائے جو لوگوں میں سب سے بڑھ کر لوگوں کا بھلا فرمانے والے تھے، جو گھرانے، قبیلے اور وادی کے اعتبار سے بھی سب سے زیادہ عزت و شرافت والے تھے۔ (۸)...کیا پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذات بابرکات کو بُھلا دیا جائے جو سب سے زیادہ کریم ہیں اور جن کی برکتیں آج بھی دونوں مسجدوں (مسجدِ نبوی و مسجدِ حرام) میں موجود ہیں۔ (۹)...جانِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دُنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ہر چیز بے لُطف ہوگئی، جانِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ہر اُس چیز کا سلام ہو جو کبھی خوشگوار تھی۔ (۱۰)...آپ کے پردہ فرمانے کے بعد ہم

لوگ گھٹیا دنیا کی طرف جھک گئے، لالچوں نے ہماری بُرائیوں کے تماشے دکھائے۔(١١)...کتنے ہی روشنی کی مینار تھے جو مہربان آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمارے لئے روشن کئے اور کتنے ہی نشانِ راہ شام تک تھے لیکن جب صبح ہوئی تو وہ مٹ چکے تھے۔(١٢)... آدمی پرہیز گاری کا لباس نہ پہنے تو کتنے ہی کپڑے پہنا ہوا ہو لیکن حقیقت میں بے لباس پھر رہا ہے۔(١٣)... آدمی کی بہترین خوبی یہ ہے کہ پاک ربّ کی فرمانبرداری کرے، جو ربّ کا نافرمان ہے اُس میں کوئی بھلائی نہیں۔

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
ماہ ربیع الاوّل شریف کے معمولات	1	قرآنِ پاک کی عظمت وشان	12
پہلی نشست: ولادتِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم	1	دلوں کو ستھرا کرنے والے رسول	13
		کتاب وحکمت کی نبوی تعلیم	14
دعائے ابراہیم وبشارتِ عیسیٰ	1	عالم کے لیے حکمت کی اہمیت	14
لوح محفوظ میں سب لکھا ہوا ہے	1	آمدِ مصطفےٰ سے پہلے گمراہی کا راج	15
آسمان وزمین سے 50 ہزار سال پہلے	2	حضور اکرم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے گمراہی سے بچالیا	15
تخلیقِ آدم سے پہلے خَاتَمُ النَّبِیّٖن	3	ابوالانبیاء عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان وعظمت	16
مقصودِ تخلیقِ کائنات	4	بشارتِ عیسیٰ کا مفہوم ومعنی	17
حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا	5	اُمتِ محمدیہ کا صبر وشکر	18
ایک سوال اور اُس کا جواب	6	والدہ ماجدہ کا خواب	18
قصرِ نبوت کی آخری اینٹ	6	بوقتِ ولادت انوار وتجلیات	19
نبوت کے ساتھ جلوہ گری	7	بوقت ولادت نور مصطفےٰ	20
بدمذہب سے دُور رہنے کا حکم	7	شبِ ولادت ستارے قریب آگئے	20
ولادت سے پہلے نبوت	8	ظہورِ نُور کی ایک حکمت	21
تین نبوی دلیلوں کی تفصیل	9	محلات بُصری روشن ہونے میں اشارہ	22
دعائے ابراہیم ہونے کی تفصیل	9	ملک شام کے فضائل	22
آیت بعثت کی تفسیر	11	ہجرت کے بعد ہجرت	23
اَن پڑھوں سے کیا مراد؟	11	قربِ قیامت میں نزولِ عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام	23
حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے عربی ہونے کی دو حکمتیں	11	بہترین بندوں کے لیے بہترین زمین	23

قیامت سے پہلے بڑی آگ کا خروج	24	ولادت کا مہینہ اور دن کونسا تھا؟	35
فتنوں کے دور میں جائے پناہ	24	ولادتِ اَقدس کے سال کی تحقیق	35
امتِ مصطفٰے کی عظمت وفضیلت	24	واقعہ فیل اور فتح مکہ حقّانیت کی دلیل	37
امتی کو کیسا ہونا چاہیے؟	25	فتح مکہ کے روز عظمت کعبہ	38
بہترین امتی کی خوبیاں	25	بیتُ اللہ پر قرامطہ کا قبضہ	38
بہترین اور بدترین لوگ	26	قربِ قیامت اور انہدامِ کعبہ	39
دو چہروں والے کی مذمت	27	بروز پیر پہلی وحی	40
اب تو حیا کرنی چاہیے	27	سب سے بڑی نعمت	41
سب سے بہتر زمانہ	28	شکر نعمت کیلئے روزہ	41
قرآن پاک اور صحابۂ کرام کی شان	28	پیر و جمعرات کے روزے پر 5 فرامین مصطفٰے	42
شان و عظمت والے خاص اُمّتی	29	تابعی بزرگ کی آہ وزاری	43
دیگر امتیں ایسا کہاں سے لائیں	29	**تیسری نشست: نبی کریم** صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم **کے وصال شریف کا بیان**	44
دوسری نشست: ولادتِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم	31	وصال اقدس کی خبر خود ارشاد فرمائی	44
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند	31	سیدنا صدیق اکبر کی شان و عظمت	44
نبی آخر الزماں کی بشارت اور نشانیاں	32	روح و جسم کا ملاپ اور جدائی	46
مہرِ نبوت دیکھتے ہی بے ہوش	33	روح تمہارے پاس عارضی ہے	47
انوکھی نشانیاں	34	روح تکلیف کے ساتھ کیوں نکلتی ہے؟	48
پیدائشی ختنہ شدہ ناف بریدہ	34	مرنے والے پر مزید سختیاں	48

موت کی کیفیت کو سکرات کہنے کی وجہ	49	دُنیا یا رب سے ملاقات	58
لذتوں کو ختم کرنے والی	49	آخری خطبہ	58
موت کو یاد رکھنے کے فائدے	49	آخرت کو ترجیح	59
صحائف موسٰی کی عبرت انگیز باتیں	50	اپنے یارِ غار کو دِلاسہ	60
بارگاہِ الٰہی میں کھڑے ہونے کا ڈر	51	فضائلِ صدّیقِ اکبر پر احادیثِ مبارکہ	61
نصیحت کے لئے موت کافی ہے	51	حدیثِ پاک اور خلافتِ صدیقِ اکبر	62
لمبی امید موت سے غافل کرتی ہے	51	سر درد کی فضیلت	63
انبیاء کرام کو موت کی پیشگی اطلاع	52	سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا بخار	66
موت کو کیسا پایا؟	52	مرضِ وصال کی شدت	66
سیّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کا خوف	53	مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں	67
وقتِ رخصت	53	بوقتِ وصال اپنی شہزادی سے سرگوشی	68
عبادت میں اضافہ	54	بوقتِ وصال انبیا کا اکرام	69
ذِکرُ اللہ کی کثرت	55	آخری کلمہ	70
ہم گناہ گاروں کو نصیحت	55	روح واپس لوٹ آئی	70
فرشتے کی ندا	56	اخروی انعامات کا نظارہ	72
امتِ محمدیہ کے افراد کی عمریں	56	وصالِ ظاہری کے وقت لوگوں کی حالت	77
فضیل بن عیاض عَلَیْہِ الرَّحمَہ کی نصیحت	57	سیّدُنا صدیقِ اکبر کا خطبہ	77
وصالِ ظاہری کی خبر	58	فراقِ مصطفٰے میں خشک تنے کی ہچکیاں	80